بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائل و فوائد

زیرِ سرپرستی : شاہ محمّد افضل
قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری
(المعروف "افضل سرکار")

پبلشرز :
...ہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

ملنے کا پتہ :
۶۸-۶۷ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی، بلاک ۷/۸ ۔ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورَۃُ الْمُزَّمِّلُ

فضائل و فوائد

زیرِ سرپرستی: شاہ محمد افضل
قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری
(المعروف "افضل سرکار")

پبلشرز:
حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

ملنے کا پتہ:
۶۸-۶۷ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی، بلاک ۷/۸، کراچی

تاریخ اشاعت

فروری ۱۹۹۲ء (شعبان ۱۴۱۲ھ) ــــ بار اوّل ــــ تعداد ــــ ۱۵۰۰

جون ۱۹۹۷ء (صفر المظفر ۱۴۱۸ھ) ــــ بار دوئم ــــ تعداد ــــ ۵۰۰

اگست ۱۹۹۸ء (ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ) ــــ بار سوئم ــــ تعداد ــــ ۱۰۰۰

مارچ ۲۰۰۰ء (ذلیقعدہ ۱۴۲۰ھ) ــــ بار چہارم ــــ تعداد ــــ ۲۰۰۰

ستمبر ۲۰۰۱ء ــــ بار پنجم ــــ تعداد ــــ ۲۰۰۰

جون ۲۰۰۵ء ــــ بار ششم تعداد ــــ ۲۲۰۰

e.mail: arfeen @ cyber.net.pk

ترتیب

مناجات

اے اللہ کریم ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے اُمیدوار ہیں۔ اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پُکارا۔ تو نے ہماری پُکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ' اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تُو کریم المعروف ہے۔ قدیم الاحسان ہے۔ حنّان و منّان و دیّان ہے۔ ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اِس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلُ" کے فضائل وفوائد جمع کرنے کی حقیر کوشش کی ہے اور یہ اب تیری بارگاہِ عالی میں پیش ہے۔ اسے شرفِ قبولیّت عطا فرما ــ! اُمیدوار ہوں تُو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیبِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین! جو جو میری خامیاں ہیں۔ اُن کو درگزر فرما۔ میرے پاس کوئی عذر نہیں۔ صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجت مند ہے وہ وظیفہ کے پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کرلے بلکہ اُس میں ایسا ذوق وشوق

عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالمِ حق کے سامنے زانوئے ادب
تہہ کرکے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔
اس کے بعد اُس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے
رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی
توفیق سے۔ محض اِس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ
پاک (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اُس سے راضی ہو جائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو:

بیگم راشدہ صدّیقی

قادری چشتی۔ صابری۔ عارفی

المعروف رابعہ ثانی

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں جنہوں نے دامے، درمے، سخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل وکرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلائے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزّتی، مفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رجعتِ دین، ذکر وفکر اور نماز سے غفلت سے محفوظ فرما اور انہیں اِس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین۔

بیگم راشدہ صدیقی
قادری۔ چشتی۔ صابری۔ عارفی
المعروف رابعہ ثانی

گزارش

اِس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی
کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے ازراہِ کرم اپنے قلم سے خود
درست کر لیجئے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہوگی۔

عرض گزار

بیگم راشدہ صدیقی

قادری۔چشتی ۔ صابری ۔ عارفی

المعروف رابعہ ثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَۃُ الۡمُزَّمِّلُ

تعارفی کلمات

اِس سورۃ مبارکہ کے کُل دو۲ رکوع اور بیس۲۰ آیات ہیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد قدسی ہے:

"قرآن شریف کا ایک ظاہر ہے، ایک باطن ہے اور ایک نہایت مقامِ ترقّی۔"

کلامِ پاک کا ظاہر تو آپ کے سامنے ہے۔ مختلف

ترجموں اور پھر ان کی مختلف تفاسیر کی صورت میں۔ مترجّم یا مفسّر حضرات کو جتنی پاکیزگیٔ قلب و نفس نصیب ہوگی اُسی کے مطابق اُن کے ترجمے یا تفسیر میں آپ اپنی علمی اور قلبی استعداد کے مطابق رُوحانیت اور کشش پائیں گے۔

جس طرح انسان اپنی بہو بیٹی کی عِصمت کے لئے جان دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے؛ اس کو چاہیئے کہ دین کے معاملے میں بھی اتنی عزّت رکھے اور جان کو نثار کرنے تک کے لئے بھی گریز نہ کرے۔ اس لئے کہ دین کی بھی ایک عِصمت اور عفّت ہے اور یہ خونی رشتے کی عِصمت و عفّت سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے علم حاصل کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ مترجّم یا مفسّر نے اپنے نفس کی کتنی سرزنش کر کے اپنی فہم و فراست کو نوری کیا ہے۔ دیکھ لیں کہ کہیں کسی دشمنِ دین نے کوئی ترجمہ آپ کے اندر تو پھیلا نہیں دیا ہے۔ ابھی کچھ سال ہوئے یہودیوں نے قرآنِ پاک کا انگریزی

ترجمہ کر کے مسلم ممالک میں پھیلا دیا تھا۔ اسی طرح قادیانیوں نے بھی قرآنِ پاک کا غلط ترجمہ کیا۔ ان کے علاوہ اور بھی دشمنانِ دین نے ایسی حرکتیں کی ہیں اور ابھی تک اپنی سرگرمیاں خاموشی سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ چونکہ اہلِ سُنّت والجماعت خود تفرقہ بازی کا شکار ہیں۔ انہیں اس سے ہی فرصت نہیں ــــ نفرتوں کے جو بیج انہوں نے بوئے تھے، اب اس کی فصل تیار ہے اور وہ اس کو کاٹ رہے ہیں ــــ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: " یہ علم (یعنی کتاب وسنّت کا علم) دین ہے۔ پس جب تم اسے حاصل کرو تو یہ دیکھ لو کہ کس سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو۔" اور پھر فرمایا: " علم کی آفت بھول جانا ہے اور علم کی بربادی نااہل کو علم پڑھانا ہے۔"

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہر صحابی (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کو ایک جیسی تعلیم نہیں دی بلکہ بعض باصلاحیّت

افراد اور جلیل القدر صحابہ کو اُن کے ظرف کے مطابق تعلیم فرمائی۔ بعض کا معاملہ ظاہر تک ہی رہا۔ ان کے لئے وہی کافی تھا اور وہ اسی پر مطمئن اور قانع ہو گئے۔ یہ اُن کے لئے نجاتِ اُخروی پانے کے لئے کافی تھا۔ اور بعض کو اسرارِ کلامِ پاک عطا فرمائے۔ اُن ہی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُورۃ البقرۃ 12 برس تک پڑھی۔ اِسی خوشی میں اُونٹ ذبح کر کے جشن منایا۔ صحابۂ کرام کو دعوت دی۔

وہ تعلیم خاص تھی اور اسرار کا درجہ رکھتی تھی جو سب کے سامنے بیان نہیں کی جاسکتی۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ وجہ صاف ظاہر ہے اگر یہ اسرار عام طور سے بیان کئے جاتے تو لوگوں کے گمراہ ہونے کا خطرہ تھا۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ قدسی ہے:

"جب کوئی شخص کسی قوم کے سامنے ایسی بات کہتا

ہے کہ جس پر اُن کی عقل نہیں پہنچتی تو اُن میں سے بعض آدمیوں کے لئے فتنہ ہو جاتی ہے۔"

اور پھر فرمایا (حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے) :

"لوگوں سے اُن کی عقل کے مطابق بات کرو۔"

اب سُورۃ مبارکہ کی طرف آئیں۔ یوں تو کلامِ پاک کی ہر سُورۃ مبارکہ اپنی اپنی جگہ ایک مقام، ایک فضیلت اور مخلوقِ خدا کے لئے عظیم استفادہ رکھتی ہے مگر ان میں سُورۃ مزمّل شریف (اگرچہ چھوٹی سورۃ ہے) ایک منفرد اور ممتاز حیثیت رکھتی ہے (اہلِ ظاہر اور اہلِ باطن دونوں کے لئے)۔ ایک طرف اس میں اہلِ ظاہر کے لئے بیشمار ایمان کے موتی ہیں جنھیں سمیٹنے کے لئے وسیع دامن ہونا چاہیئے۔ دوسری طرف اس میں اِس قدر اسرار ہیں کہ پیرانِ کامل کو اپنی محفلوں میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ سُورۃ تو زیادہ اہلِ باطن کے لئے ہے اور کم اہلِ ظاہر کے لئے۔ اور یہ کہ اس کی ہر آیت کے بطن

میں ایک نور کی تجلّی مخفی ہے اور ایسے ایسے رموز کھلتے ہیں جن کا بیان ممکن نہیں کیونکہ حال کی بات قال میں نہیں آسکتی جن کا بیان ممکن نہیں۔ قال بیان ہی بیان ہے اور دلیل کا محتاج اور حال مشاہدہ ہی مشاہدہ ہے وہاں زبان کا کوئی کام نہیں، یہ گونگی ہوجاتی ہے۔ آنکھیں بند ہوجاتی ہیں کیونکہ مشاہدہ دل کی آنکھ سے ہوتا ہے۔

اور ایک مردِ کامل کو تو اپنے عقیدت مندوں کے سامنے بے خودی کے جذبے میں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ یہ سُورۃ مبارکہ تو ہے ہی اہلِ معرفت کے لئے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔ ہر ایک نے اپنے ہی درجے میں سمجھا اور اسی طرح بیان کردیا۔

کلامِ پاک میں بیشمار مضامین ہیں اور کلامِ پاک کا موضوع انسان ہے۔ یہ کلامِ پاک سرچشمۂ ہدایت ہے۔ تمام بنی نوعِ انسان کے لئے۔ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اس کو صرف عملیات کے لئے پڑھنا اور ثوابِ آخرت

کے لئے یا اور دیگر مقاصد کے لئے پڑھنا اور اس کے اصل مقصود کو نظر انداز کرنا ظلم ہے۔ اللہ تو چاہتا ہے کہ مسلمان اُس کے احکامات پر صدقِ دل سے عمل کر کے ایک مثالی معاشرہ قائم کریں۔ اس میں کتنے اوامر و نواہی کا ذکر ہے، اس سے اندازہ لگالیں:

آیاتِ وعید —— ایک ہزار

آیاتِ نہی —— ایک ہزار

آیاتِ امر —— ایک ہزار

کلامِ پاک میں آپ منجملہ یہ مضامین دیکھیں گے توحید، رسالت، آخرت، شریعت و طریقت کے احکام، مثالیں، قصّے، جنّت و دوزخ کا بیان، نیکوکاروں کے لئے خوش خبریاں اور مشرکین، کفّار اور منافقین کیلئے دوزخ کا دردناک عذاب وغیرہ وغیرہ۔

اب دیکھیں کہ سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلْ میں کتنے مضامین

کا بیان ہے اس میں :

1. آغاز "یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ" سے کیا گیا ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو "الْمُزَّمِّلُ" کے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔
2. عباداتِ نبوی اور اس میں تخفیف کرنے کی عنایات بے پایاں۔
3. قرآنِ پاک کی تلاوت کے آداب۔
4. نزولِ کلامِ پاک کی عظیم بشارت۔
5. شب بیداری اور مجاہدۂ نفس۔
6. ذکر کی تلقین و تعلیم۔
7. توحید۔
8. کفّار کے ظلم پر صبر اور اُن سے وضعداری سے الگ رہنے کا حکم۔
9. کفّار کو تھوڑی ڈھیل دینے کے بارے میں تعلیم۔

(10) یہ فرمایا کہ ان جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دو۔ میں ان سے نپٹ لوں گا۔

(11) قیامت کے دن اور اُس دن کافروں کے عذاب کا ذکر۔

(12) حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کی تصدیق کرنا یوں فرما کر کہ "جس طرح ہم نے فرعون کے پاس موسیٰ کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ اُسی طرح تمہارے پاس (محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم) رسول بھیجے ہیں جو تمہارے مقابلے میں گواہ ہونگے۔"

(13) اس کے بعد دوبارہ قیامت کی دِل ہلا دینے والی ہولناکی کا ذکر کہ وہ دن بچّوں کو بوڑھا کر دے گا اُس دن آسمان پھٹ جائے گا، اس سے پہلے ذکر کیا گیا تھا کہ اُس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ بھُربھُرے گویا ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔

(14) کمالِ صمدیت سے یہ فرمایا کہ "یہ قرآن نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے پروردگار کا راستہ اختیار کرے"۔ اِسی طرح یہ بھی واضح کر دیا کہ "دین میں کوئی جبر نہیں ہے"۔

(15) عبادات میں تخفیف فرمانا۔ اس دفعہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جانثاروں کے لئے جو خفیہ طور پر ایمان لا چکے تھے اور جن پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عبادات بھی فرض تھیں اُن پر نماز تہجّد کی فرضیت بھی ختم کر دی لیکن یہ نماز حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم پر تاحیات فرض رہی۔

(16) از راہِ کریمی تخفیفِ عبادت کی عطا کے ساتھ وجہ بھی فرمائی کہ تم میں سے بعض بیمار ہوتے ہیں بعض خدا کے فضل (یعنی تلاشِ معاش) کے لئے مُلک میں سفر کرتے ہیں اور بعض خدا کی راہ میں لڑتے ہیں۔

(17) نماز قائم کرنے ، زکوٰۃ دینے اور خُدا کو قرضِ حسنہ (یعنی نیک اور خلوصِ نیّت سے) دیتے رہنے کے لئے حکم۔

(18) اعمالِ صالح کے لئے اجرِ عظیم کی یہ خوش خبری کہ۔۔ آخرت میں ان کا اجر اور صلہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بُزرگ تر پاؤ گے۔

(19) سُورۃ مبارکہ کا آغاز حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے "اَلْمُزَّمِّلُ" کے لقب کی عطا سے ہوا اور اختتام انتہائی کریمانہ انداز میں اِن الفاظ سے ہوا :

"اور خُدا سے بخشش مانگتے رہا کرو، بیشک خُدا بخشنے والا مہربان ہے۔"

عزیزانِ من ! آپ نے دیکھا کہ کتنے اہم مضامین بیان کئے گئے اور کتنے دِلکش انداز میں۔ کہیں جمال ہے۔ کہیں جلال ہے۔ کہیں انتہائے کمال ہے۔

کچھ رُوحانی بچّوں کا سوال ہے کہ کیا بات ہے نماز،

تلاوتِ کلامِ پاک اور نیک کاموں کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوتی اور جب اس طرف قدم اُٹھاتے ہیں تو طبیعت پر منوں بوجھ محسوس کرتے ہیں مگر کسی بُرے کام کا خیال بھی آتا ہے تو طبیعت فوراً چُست ہو جاتی ہے۔

(دیکھیں تتمّہ "ب" صفحہ نمبر: ۴۸)

دیکھیئے وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے آپ سب کے لئے جو لکھتا رہتا ہوں وہ اس لئے کہ ہر شخص کو بے شمار ضخیم کتابوں کے مطالعہ کا موقع کہاں حاصل ہو سکتا ہے' لہٰذا اس طرح کچھ نہ کچھ آپ کو پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے' اللہ تعالیٰ آپ سب کو دین کی بھلائی عطا فرمائے اور انجام بخیر کرے۔ آمین!

آپ کو مجھ سے جو عقیدت و محبت ہے' وہ آپ کو پڑھنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہی چیز آجکل مسلمان قوم میں مفقود ہے' اکثر لوگ جو کلامِ پاک بھی پڑھتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن

اُن میں کوئی تبدیلی نہیں آتی وہ اس لئے کہ جب تک قرآن عطا کرنے والے اور جن کو قرآن پاک عطا کیا گیا، اُن سے محبّت نہیں ہوگی اور اُن کا ادب نہ ہوگا، ایمان ناقص رہے گا تو کیا ملے گا؟ کچھ بھی نہیں! بہرحال اس موضوع کیلئے مُلاحظہ کیجئے تتمّہ "ب" صفحہ نمبر: ۴۸۔

اس سُورۃ مبارکہ میں کچھ نقاط ایسے ہیں کہ اُن کے بارے میں مزید تفصیل کی ضرورت ہے۔ اگر کسی آیت کی تفسیر کلامِ پاک میں ہی کسی دوسری جگہ مل جائے تو وہ بہترین تفسیر ہے۔ اگر وہاں نہ ملے تو پھر احادیث کی طرف رجوع کریں۔ احادیث کی کتب میں سب سے مستند نام صحاح ستّہ ہیں اور اُن میں سب سے زیادہ مستند صحیح بخاری شریف ہے۔ ان کا مطالعہ کرنے کے بعد آپکو کلامِ پاک سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے تتمّہ "ج" صفحہ نمبر: ۶۵۔

ایک اور ضروری چیز ہے۔ وہ یہ ہے کہ پیدائش سے لے کر نبوّت کے منصب پر فائز ہونے تک حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کن کن ادوار سے گزرے اور اس کے بعد مکّہ شریف سے مدینہ شریف تک ہجرت کے بعد کا فوری دور۔ اس کے مطالعہ کے بعد آپ کے دل میں اپنے نبی محترم (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی عظمت و محبّت اور اسلام کے لئے ایثار کے جذبات پیدا ہوں گے۔ انشاء اللہ۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (اِس ضمن میں ملاحظہ کیجئے "تتمّہ" "الف" صفحہ نمبر: ۳۱)۔

سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلُ

فضائل و فوائد

① ہمیشہ وِرد کرنے والا زیارتِ رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مشرف ہو۔ اس کے ساتھ فجر اور عشاءؑ کی نماز کے بعد 101 بار درود شریف صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ بھی پڑھے، پھر سجدے میں اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔

② پڑھ کر حاکم کے سامنے جائے تو مہربان ہو۔

③ ہر روز سات بار بعد نماز عشاء یا تہجّد پڑھے تو رزق میں کشائش ہو۔

(4) مریض کے گلے میں لکھ کر ڈالے تو انشاء اللہ مریض کو شفائے کاملہ نصیب ہو۔

(5) کوئی مہم پیش آجائے تو پھر اس کو یوں پڑھتا جائے: فجر کی نماز کی سنّتوں کے بعد ایک بار۔ فرضوں کے بعد دو بار اور تمام نمازوں میں دو دو بار۔ ہر بار اوّل و آخر سات سات بار درود شریف۔

جب سُورۃ شریفہ پڑھیں تو درجِ ذیل چار مقامات پر تکرار کریں اور تکرار کے وقت اپنی حاجت بھی خیال میں رکھیں۔

(i) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا ۝

(ii) وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ ط

(iii) یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ لا

(iv) وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

عمل شروع کرنے سے پہلے اپنی توفیق کے مطابق تین، پانچ، سات یا گیارہ روپے صدقہ دیں۔ یہ عمل 41 روز کریں۔

(6) جو اس سورۃ مبارکہ کو روزانہ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے دنیا و آخرت میں خوش رکھے گا اور افلاس سے دُور کرے گا۔ مُشکلیں خود بخود آسان ہو جائیں گی۔

(7) اگر 40 روز تک روزانہ مقرّرہ وقت اور مقرّرہ جگہ پر (اگر کسی مجبوری سے مقرّرہ جگہ پر پڑھنا ممکن نہ ہو تو صرف وقتِ مقررہ کی پابندی کرے) گیارہ بار درود شریف، گیارہ سو بار "یَا مُغْنِیُ"، گیارہ بار سُورۃ مبارکہ اور آخر میں پھر گیارہ بار درود شریف پڑھے تو انشاء اللہ تعالیٰ کشائش باطنی نصیب ہو گی۔

(8) علمائے کرام اور اولیائے کرام کی زیارت کے لئے:
جمعہ کی شب یعنی جمعرات اور جمعہ کے دن کی درمیانی شب۔ گیارہ بار درود شریف' 21 بار سورۃ مزّمل شریف' پھر گیارہ بار درود شریف پڑھ کر کسی سے بات کئے بغیر درود شریف پڑھتے پڑھتے اور اپنی مُراد کا تصوّر کرتے ہوئے سو جائیں۔

(9) غیبی امداد کے لئے :
گیارہ بار سُورۃ مزّمل شریف' 1100 بار" یاحَفِیظُ"، اوّل و آخر 21 بار درود شریف' تین ، سات یا گیارہ روز تک پڑھیں۔ جگہ اور وقت کا تعین کرلیں' اور یہ عمل شروع کرنے سے پہلے حسبِ توفیق کچھ صدقہ نکال دیں۔

(10) شادی میں رکاوٹ کے لئے :
بعد نمازِ فجر اور بعد نمازِ عشاء گیارہ گیارہ بار سُورۃ

مزمّل شریف۔ اوّل وآخر گیارہ گیارہ بار درود شریف یا تین تین بار (جو آسان ہو)۔

(11) جو شخص روزانہ اس کی تلاوت کرے۔ انشاءاللہ تعالیٰ انجام بخیر ہو اور عذابِ قبر سے محفوظ ہو۔

(12) بانجھ عورت کے واسطے:

چالیس روز تک سُورۃ مزمّل شریف روزانہ ایک کھجور پر (اگر کھجوریں مکّہ شریف یا مدینہ شریف کی مل جائیں تو بہت ہی مبارک ورنہ مقامی اچھّی کھجوریں لے لیں) ایک مرتبہ پڑھ کر اور روضۂ اطہر کا تصوّر کرکے یوں صلوٰۃ پڑھیں (نہایت ادب سے):

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِیْ یَاخَلِیْلَ اللّٰہِ

پھر کھجور پر پھونک ماردیں اور کھلادیں۔ اس کے بعد

تین مرتبہ ندائیہ انداز میں یہ پڑھیں:

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ اَغِثْنِیْ وَاَمْدِدْنِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

وظیفہ شروع چاند سے اور فجر کی نماز کے بعد پڑھیں ان شاء اللہ مُراد حاصل ہوگی۔

نیز سات روزے بھی رکھیں۔ روزوں کے دوران کھجور سحری کے وقت لیں اور روزے اس طرح شروع کریں کہ ایّام بیض کے روزے (13، 14، 15) بیچ میں آجائیں۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے روزے رکھنا ان دنوں ممکن نہ ہوں تو دوسری تاریخوں میں روزے رکھ لیں۔

تتمہ (الف)

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ مُبارک کے مختلف ادوار

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو والدہ محترمہ سیّدہ آمنہ صاحبہ کے بطن میں ابھی دو ماہ ہی ہوئے تھے کہ آپ کے والدِ محترم عبداللہ صاحب کا انتقال مدینہ منوّرہ میں ہوگیا۔ آپ تجارت کے سلسلے میں باہر گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر بیمار ہوگئے۔ طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔ لہٰذا مجبوراً مدینہ منوّرہ میں رُکنا پڑا۔ صحتیاب نہ ہوسکے۔ وہیں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آپ کی تدفین وہیں ہوئی۔ آپ نے مکان یا کسی قسم کا اثاثہ پیچھے نہ چھوڑا۔ (ابھی کچھ عرصہ ہوا کہ آپکا جسدِ خاکی

برآمد ہوا تھا اور بالکل ٹھیک حالت میں۔ مسجدِ نبوی کی توسیع کے سلسلے میں کھدائی کی گئی تھی اور دوسری لاشیں بھی ٹھیک حالت میں برآمد ہوئیں)۔

پہلا دَور

آپ کی ولادت پہ بہت خوشی منائی گئی۔ آپ کے داداجان عبدالمطلب صاحب جو قریش قبیلہ کے سردار تھے۔ آپ کو بیحد پیار کرتے۔ قریش قبیلہ سب قبیلوں میں معزّز تھا اور خانہ کعبہ کے متولی بھی قریش ہی تھے۔

- عُمر شریف ۶/۴ سال کی تھی کہ والدہ صاحبہ داغِ مفارقت دے گئیں۔
- آٹھ سال کے تھے کہ دادا عبدالمطّلب صاحب بھی انتقال کر گئے۔ انھوں نے اپنے بیٹے ابوطالب صاحب کو آپ کی عمدہ طریقے سے پرورش کرنے کی وصیّت

فرمائی جو آپ نے اپنی حیات تک خوب نبھائی۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ابوطالب صاحب کے صاحبزادے
تھے۔ بچّوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے
آپ تھے اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آپ بہت
پیارے تھے اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزّہرہ
کا عقد آپ سے کیا جن سے شہزادگان حضرت امام حسن
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ
تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

دوسرا دور

- آپ نے پیشہ تجارت اختیار کیا اور اسی وجہ سے
باہر کا سفر بھی کرنا پڑتا۔ پہلا سفر شام کا کیا اپنے چچا
صاحب کے ساتھ۔ عمر شریف ۱۲ سال کی تھی پھر
تاجرانہ حیثیت میں دوسرا سفر ۲۳/۲۴ سال کی

عمر میں کیا۔ آپ کے کردار کی عمدگی کی بچپن ہی سے سب لوگوں پہ دھاک بیٹھ گئی۔ آپ کبھی اپنے ہم عمروں کے ساتھ کھیلتے تک نہیں تھے۔ تجارت شروع کی۔ آپ کی امانت، دیانت اور تجارت میں قابلیت کی ہر طرف باتیں ہونے لگیں۔ آپ کی سچائی اور دیانت کی وجہ سے لوگ آپ کو امین اور صادق کہنے لگے۔

● مکّہ شریف میں ایک تاجر خاتون خدیجۃ الکبریٰ صاحبہ تھیں۔ انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ ان کی تجارت کی ساری ذمہ داری آپ سنبھال لیں۔ آپ نے قبول فرما لیا۔ خوب منافع ہوا۔ انہوں نے اپنے ملازموں کی زبانی آپ کی بے حد تعریف سُنی اور لوگوں سے بھی آپ کے اوصافِ حمیدہ کا پتہ چلا۔ انھوں نے عقد کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے مشورہ کیا اور اُن کی مرضی سے شادی کرلی ۔

تیسرا دَور

- کچھ عرصہ کے بعد آپ کے اندر جو عظیم نور مخفی تھا وہ رنگ لانے لگا ۔ آپ کی طبیعت مبارک ہر چیز سے اُچاٹ ہونا شروع ہوگئی ۔ سوائے یادِ الٰہی کے کسی چیز میں دل نہ لگتا تھا ۔ غیبی اسرار کے ظہور کا آغاز ہونے لگا ۔
- اب آپ نے تجارت چھوڑ دی ۔ آپ گھر سے کھانے پینے کا سامان لیکر تین میل دُور کوہِ حرا (جسے جبلِ نور کہتے ہیں) کے غار میں چلے جاتے ۔ جب تک سامان ختم نہ ہوتا گھر نہ لوٹتے ۔ ایک مرتبہ قریباً ایک مہینہ وہیں رہے ۔ اتنی عبادت فرماتے کہ پاؤں پر وَرم

آجاتا تھا۔

● 40 سال کی عمر شریف میں فرشتے کا انسانی شکل میں آنا اور کہنا " اقراء " (پڑھ)۔ آپ نے فرمایا :" اَنَا بِقَارِیْ " (میں تو نہیں پڑھ سکتا) فرشتے نے آپ کو سینے سے لگایا اور زور سے بھینچا اور کہا " اقراء " آپنے پھر وہی فرمایا۔ فرشتے نے پھر سینے سے لگا کر بھینچا اور چھوڑ کر کہا " اِقْرَاءِ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ " (پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے ہر شے کو پیدا کیا) ۔ یہ پہلی وحی تھی ۔ کچھ روز بعد " سُورۃ مدثر " کا نزول شروع ہوا اور اس میں آپ کو دعوتِ حق کے لئے کمربستہ ہونے کو کہا گیا۔

چوتھا دور

● خاموشی سے دعوتِ حق دینا شروع کی ۔ اس دعوت

کو صرف قریبی لوگوں تک محدود رکھا۔ پہاڑ کی گھاٹی میں چلے جاتے اور لوگوں کو وہاں تعلیم و تربیت فرماتے۔ ان کے لئے شب بیداری اور عبادت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرح فرض تھی یہ بھی شب بیداری میں مصروف رہتے۔

- پھر ایک روز حکمِ ربّانی کی تعمیل میں کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر آپ نے قریش کو پکارا اور انہیں اپنی نبوّت سے آگاہ کیا اور دعوتِ اسلام دی۔ دعوت کا اعلان ہونا تھا کہ لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے چند جاں نثاروں کی جان کے دشمن ہو گئے۔ ابو طالب صاحب اتنی سخت مخالفت، سماجی بائیکاٹ، کھانے پینے کی چیزوں کو ان کے ہاتھ فروخت کرنے پر پابندی لگانے کے باوجود حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور حمایت کرتے رہے،

اگرچہ آپ نے اسلام قبول نہ کیا۔

- ابوطالب اعلانِ نبوّت کے بعد دس سال تک زندہ رہے۔ اُن کا انتقال ہوگیا اور آپ کے انتقال کے تین دن کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتقال فرماگئیں۔ عورتوں میں آپ پہلی خاتون تھیں جو اسلام میں داخل ہوئیں۔
- حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دو اتنے بڑے دنیاوی رفیقوں کے انتقال کا بے حد صدمہ ہوا اور آپ نے اس سال کو غم کا سال کہا۔

پانچواں دَور

- اب ایک طرف تو دنیاوی اسباب نہ ہونے کے برابر ہوگئے۔ اُدھر کفّار نے آپ پر بے پناہ مظالم ڈھانے شروع کردیئے۔ آپ کو قتل کرنے کی سازشیں شروع

ہو گئیں اور ان کا سرغنہ ابولہب (جو آپ کا چچا تھا)
پیش پیش تھا۔ آپ کو طرح طرح کے دنیاوی لالچ
دیئے گئے مگر آپ نے سب حقارت سے ٹھکرا دیئے۔

- آپ مع اپنے جاں نثاروں کے پہاڑ کے درّے میں
پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہو گئے۔ مگر کفّار آپ
سب کا محاصرہ کئے رکھتے۔ کھانے پینے کی بھی کوئی
چیز نہ آنے دیتے؛ اور آپ کو اور آپ کے جاں نثاروں
کو قتل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ آپ کے خاندان تک
کی نظر بندی کر دی۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم بے حد
غمگین تھے اپنے جاں نثاروں اور خاندان کی نظر بندی
کی وجہ سے مگر راہِ حق سے پائے مبارک ذرا بھی
نہ ڈگمگائے اور سب مصائب آپ نے صبر و شکر
سے برداشت کئے۔

- جب دعوت خفیہ تھی تو تعداد پانچ چھ تھی آہستہ آہستہ

بڑھتے بڑھتے کوئی 70 کے قریب ہوگئی۔

- مدینہ شریف سے کچھ لوگوں کا آنا اور اسلام لانا۔ مدینہ شریف میں تعداد بڑھتی گئی۔

چھٹا دور

- اب دعوتِ حق کی وجہ سے اور محاصرے کی وجہ سے صورتِ حال بدل گئی۔ دن کو مصروفیت بڑھ گئی۔ دعوتِ حق دینا، کھانے پینے کے سامان کو حاصل کرنے کے لئے منصوبہ بنانا۔ مالی حالت زبوں ہوگئی۔ اُسے سنوارنے کے لئے ملک سے باہر جانا روزی کمانے کیلئے۔ پھر دشمنوں سے جہاد کرنے کے لئے سامانِ حرب حاصل کرنا اور ہر حملہ کے مقابلے کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھنا۔
- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آپ کے چچا تھے) کا ایمان لانا اور اس سے

کفّار کی کمر ٹوٹنا اور ان کے حوصلے پست ہوجانا ، اور خانہ کعبہ شریف میں نماز کی ادائیگی کا شروع ہوجانا۔

● اللہ تعالیٰ نے عبادت میں خصوصی تخفیف فرمائی اِن حالات کی وجہ سے ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی ڈھارس بندھانا ۔

● حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر قبیلے اور ہر گھر گئے اور پیغامِ حق پہنچایا مگر مایوسی ۔سعودی عرب میں ایک جگہ طائف ہے ۔ پہاڑی علاقہ ہے ۔آجکل صحت افزا مقام ہے ۔آپ وہاں بھی تشریف لے گئے ۔وہاں کے لوگوں نے بہت ہی ظلم کیا ۔پتھر برسائے ۔آپ زخمی ہوگئے ۔خون نعلین تک پہنچ گیا۔ اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی جبرئیل امین جب آئے اور کہا کہ حکم دیں۔ اس بستی کو تہس نہس کر دیا جائے۔آپ نے پھر بھی صبر کیا ۔ بددعا نہیں کی بلکہ ہدایت کی دعا

فرمائی کیونکہ آپکو تمام عالموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا۔

● رمضان المبارک کا مبارک مہینہ تھا۔ سب روزے سے تھے (یہاں کے موسم میں ہم لوگوں کو روزہ لگنا شروع ہو جاتا ہے۔ صحرا کے موسم کو بھی خیال میں رکھیئے۔ اس کو ٹھیک جب سمجھوگے جب اپنی حالت پر غور کروگے کہ رمضان کے مہینے میں ذرا گرمی ہو تو غریب آدمی تولیہ بھگو کر سر پر ڈالتے ہیں اور خوشحال لوگ افطاری تک ایرکنڈیشنڈ میں پڑے رہتے ہیں اور افطاری کرتے وقت اگلی پچھلی ساری کسر پُوری کر دیتے ہیں) ——— رمضانُ المبارک کے مہینے مین حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو غزوۂ بدر لڑنا پڑا۔ آپکے کُل 313 جاں باز تھے۔ دوسری طرف قریشِ مکّہ کی کثیر تعداد تھی جو ایک ہزار سے بھی زیادہ تھی۔ ظاہری اسباب اُن کے حق میں تھے۔

اسلامی تاریخ کا پہلا فیصلہ کُن معرکہ تھا۔ ایک طرف
حق اور دوسری طرف باطل ۔ رشتہ داریاں سمٹ
گئیں۔ چچا اپنے بھتیجے کے، ماموں بھانجے کے، لڑکا
اپنے باپ کے اور بھائی اپنے بھائی کے خلاف لڑ رہا
تھا۔ کیونکہ وہ صرف کلمہ گو ہی نہ تھے بلکہ ان کے
رگ وریشے میں ایمان عملاً داخل ہو چکا تھا۔
اس لئے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت میں دیوانے
تھے۔ ادھر ہمارے پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا
عجب عالم تھا۔ بارگاہِ ربُّ العزّت میں سر بسجود
تھے اور بصد زاری یہ دُعا مانگ رہے تھے "اے اللہ!
اگر یہ تھوڑے سے مسلمان پِٹ گئے تو پھر زمین پر تیرا
نام لیوا کوئی باقی نہ رہے گا اور اس جوش وخروش
سے تجھے قیامت تک کوئی یاد نہ کرے گا۔ اے اللہ!
تو اپنا وعدہ پُورا فرما اور مسلمانوں کی مدد کر۔" اِس دُعا

کو مومن آج بھی جب پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو ہر خیال سے ہٹا کر اُس منظر میں کھو جاتا ہے تو دل جذبات سے بھر آتا ہے اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح کی بشارت دی گئی اور کفّار کو ذلّت آمیز شکست ہوئی۔ یہ تھا غزوۂ بدر۔

ساتواں دور

- اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مدینہ شریف میں مسلمان اِتنی تعداد میں ہو گئے کہ انہوں نے آپ کو ہجرت کی دعوت دی۔ مکّہ سے نکلنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا۔ تفصیل لکھنے کی گنجائش نہیں۔ یہی کافی ہوگا کہ ہجرت کا منصوبہ بنا لیا گیا اور اس میں کامیابی ہو گئی۔
- حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بڑی پذیرائی کی گئی۔ بچّیوں

نے جوش میں آکر آپ کی شان میں اشعار گا کر استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔

● پہلا معرکہ بدر میں ہوا۔ جس معرکۂ جنگ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی شرکت کی اس کو جنگ یا معرکہ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ جس جنگ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بذاتِ خود حصّہ لیا ہو اُسے غزوہ کہتے ہیں۔ اسی لئے یہ غزوۂ بدر کہلایا۔ کُل 27 غزوات لڑے گئے۔ اِسکے علاوہ 50 سے زیادہ مہمّات لڑی گئیں۔

● اب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کیا اور اپنے حبیب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کامیابیاں عطا کرنا شروع کر دیں اور وہ مبارک دن بھی آیا کہ آپ نے ایک لاکھ کے قریب مسلمانوں کے روح پرور اجتماع میں آخری خطبہ حجّۃ الوداع دیا۔

عزیزانِ من! آپ کی سہولت اور فائدے

کے لئے یہ ادوار بہت ہی مختصر کر کے یہاں تحریر کئے گئے ہیں
مزید ادوار کا یہاں ذکر ضروری نہ سمجھا۔ جب تک آپ حضور
صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیّبہ کے اِن ادوار سے آگاہ نہیں
ہوں گے سُورۃ مبارکہ کے معانی کی تہہ میں نہیں جا سکتے۔
تدبّر و تفکّر تو جب کرنے کے قابل ہوں گے جب آپ اُوپر والے
حقائق سے آگاہ ہوں گے۔ اب آپ اپنے آپ کو اس دَور
میں لے جائیے اور اپنے آپ کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے
پانچ چھ جاں نثاروں میں تصوّر کریں اور وہ حالت بھی
اپنے اوپر طاری کریں تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے
بڑے سے بڑے مصلح اس صورتِ حال کا اتنے عرصے تک
مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہمّت ہار جاتے ہیں۔ تاریخ اس کی
گواہ ہے اور اس دَور میں بھی آپ اس کے شاہد ہیں۔
شب بیداری، عبادت و ریاضت، دن اور رات
کو جان کا خطرہ اور ہر طرف سے عملی طور پر محاصرہ۔ کھانے

پینے کی اشیاء تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ کفّار کے یہ مظالم اور اُدھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ان مظالم پہ صبر کریں اور ان سے اس طرح علیٰحدہ ہو جائیں کہ وضعداری قائم رہے۔ آپ نے اتنے نامساعد حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل کی اور اپنے جاں نثاروں کی تعلیم و تربیت نہایت احسن طریقے سے کرتے رہے۔ یہ چیزیں آپ کے دل میں ایک عجیب عظمت اور محبّت اپنے پیارے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے پیدا کریں گی۔ جب سچی محبت پیدا ہو گی تو ادب پیدا ہو گا اور ادب انسانی شعور میں نُور عطا کرتا ہے اور نورِ عقل کو بھٹکنے نہیں دیتا۔ اور سورۃ شریفہ کو پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی اس لئے کہ سورۃ شریفہ جس مقدس ذات نے نازل فرمائی اور جس محبوب پیغمبر (علیہ السّلام) پہ نازل فرمائی دونوں سے نسبت ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔

تتمہ (ب)

رُوحی بچّوں کے استفسارات کا جواب

عزیزانِ من! آپ کے سوال کہ کیا بات ہے کہ نماز، تلاوتِ کلام پاک اور نیک کاموں کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوتی اور جب اس طرف قدم اٹھاتے ہیں تو طبیعت پر منوں بوجھ محسوس کرتے ہیں اور اگر کسی بُرے کام کا خیال بھی آجاتا ہے تو طبیعت فوراً چُست ہو جاتی ہے۔

یہ آپ کے تاثرات بجا ہیں۔ جسم اور رُوح دونوں کی صحت کے لئے کچھ قوانین ہیں۔ جب یہ توڑے جاتے ہیں تو نتیجہ ظاہر ہے' دونوں بیمار ہو جاتے ہیں۔ جسم انسان کا ظاہر ہے اور رُوح باطن ہے۔ جسم کی بیماری کے لئے آپ ظاہری طبیب کے پاس علاج کیلئے دوڑتے

ہیں اور صحت حاصل کرنے کیلئے دل کھول کے خرچ کر دیتے ہیں۔ انسان کے باطن میں اُس کی روح ہے۔ انسان جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت سے رُوگردانی کرتا ہے تو گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہر گناہ روح کی ایک بیماری ہے۔ اس کے بھی طبیب ہیں۔ علمائے حق، پیرانِ کامل اور اُن کی صحبت۔

انسان کے اندر قلب معدن الخیر ہے اور نفس منبعِ شر ہے اور عقل اور شعور اگر بے لگام ہو جائیں تو ان دونوں میں ہی فتور آجاتا ہے۔

ہر بچّہ معصوم ہوتا ہے خواہ وہ کافر کا ہی کیوں نہ ہو۔ بچّے کی پہلی تربیت گاہ ماں کی آغوش ہوتی ہے اور جب وہ چلنے پھرنے لگ جاتا ہے تو اس کا اپنا گھر پہلی درسگاہ ہوتا ہے۔ جب وہ تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہوتا ہے تو دوسری درسگاہ اسکول اور کالج ہیں۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ جب بچّہ آنکھ کھولتا ہے تو وہ امّی اور ابّو کی بجائے ڈیڈی اور ممی کے الفاظ سنتا ہے پہلے یہ بڑے گھرانوں میں ہوتا تھا مگر اب متوسّط حیثیت کے گھروں میں بھی رواج پا گیا ہے ۔ وہ بھی دیکھا دیکھی اور بڑا بننے یا کہلانے کی خواہش میں اس تہذیب کو اپنانے پر مجبور ہو گئے تاکہ وہ بھی معاشرے میں عزّت کی نگاہ سے دیکھے جائیں ۔ اِدھر دولت کی حرص و ہوس کا اِتنا غلبہ ہو گیا ہے کہ دین و مذہب 80 فیصد گھرانوں سے ہجرت کر گیا ہے، اِن گھروں میں جائیں تو مسلمان اور کلمہ گو تو ضرور ملیں گے مگر اسلام کا نام و نشان نہیں ۔ متوسّط وسائل کے لوگ بھی اس فکر میں ہیں کہ بچّہ باہر کے ملک میں چلا جائے ۔ امریکہ کا گرین کارڈ ہی مل جائے ۔ اِدھر گھر کا یہ حال ہے کہ کسی کی بیٹی قادیانی کے ساتھ، کسی کی شیعہ کے ساتھ، کسی کی آغا خانی کے ساتھ اور کسی کی بوہری کے ساتھ ۔

بجائے اس سے نادم ہو کر تدارک کرنے کے، وہ مذہب
کے معاملے میں لبرل ازم کا پرچار کرنے لگ گئے ہیں' اور
دین کے اندر ایک بہت بڑا فتنہ پیدا ہو گیا ہے۔ پاکستان میں
بھی بچّوں کو مشنری اسکولوں میں تعلیم دی جاتی ہے میرے
پاس والدین کی شکایتیں آتی ہیں کہ لڑکا ہم سے چھُپ کر
بائبل کا مطالعہ کرتا ہے۔ آپ دُعا کریں — خود عملی قدم
کوئی نہ اٹھائیں۔ دعا کو الہ دین کا چراغ سمجھتے ہیں مریضیا
کو دوا کھلانے کے ساتھ ساتھ ہی دعا کی جاتی ہے۔

اس وقت جو نعرہ لگتا ہے پاکستان کے مسلمانوں کا'
تو عرض یہ ہے وہ ہیں کتنے اور ان کی سنتا کون ہے۔ ان
کے راہبر، علماء، اور پیرانِ طریقت تو اسمبلی کے انتخاب کے
لئے دوڑ رہے ہیں۔ اسمبلی کی ہر سیٹ ظاہر ہے ایک
منفعت رکھتی ہے۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو
رشوت خوری' اقربا پروری کے مقدمات ان پر کیوں بنتے

ہیں؟ دین تو علمائے حق سے حاصل ہوتا ہے اور اُس
کی حفاظت کسی مردِ کامل کے دستِ حق پرست میں ہاتھ
دینے سے ہوتی ہے۔ ایک آپ کو شریعت کے علم سے آگاہ
کرتا ہے۔ حدود اللہ کے بارے میں بتاتا ہے کہ کس چیز کو
اللہ نے حلال کیا ہے اور کس چیز کو حرام کیا ہے۔ اور آپ
کو پیدا کرنے کا کیا مقصد ہے اور وہ اپنی عبادت آپ سے
کس طرح چاہتا ہے۔

پیرِ کامل آپ کا ہاتھ پکڑتے ہی اپنی رُوحانی قوت سے
آپ کے باطن کو صاف کرتا ہے کیونکہ باطن کی بیماری گناہ
کرنے سے ہوتی ہے۔ مسلسل گناہ کرنے سے اور توبہ نہ کرنے
سے قلب و باطن سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ شر کی طاقت جسے
نفس کہتے ہیں غالب آجاتی ہے۔ نفس شیطان کا نہایت
ہی تابعدار غلام ہے اور شیطان انسان کا سیّدنا آدم علیہ
السّلام کی تخلیق کے وقت سے ہی دشمن ہے اور اللہ تعالیٰ

نے کلامِ پاک میں بار بار اس سے بچنے کی تاکید فرمائی اور کہا یہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

عزیزانِ من! اب عالمِ دین اور پیرِ کامل دونوں کا ملنا محال ہو چکا ہے۔ آپ ہر ایک سے سنّت پر چلنے کے وعظ تو سنیں گے مگر خود ان میں سے اکثر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لہٰذا آج کا معاشرہ اِن سے باغی ہو چکا ہے۔ اگر خوش قسمتی سے مردِ کامل اور عالمِ حق مِل بھی جائیں تو آپ کے والدین دیوارِ چین بن کر راستے میں حائل ہو جائیں گے۔ وہ تو آپ کو دنیاوی عزّت و جاہ کے حصول کے لئے اجازت دے سکتے ہیں۔ ہر مدد دے سکتے ہیں۔ باہر کے ملک تعلیم یا ویسے بھجوانے کے لئے بھاری قرضہ اٹھانے کے لئے تیار ہیں مگر دین کا ضروری علم یعنی اس کے پانچ ارکان تک سے خود بھی بے خبر ہیں اور اولاد کو بھی اس گمراہی میں دھکیل رہے ہیں۔ یہ باہر جانے

کا مرض اتنا پاکستان بننے سے قبل نہ تھا مگر اب تو کچھ نہ پوچھئے
دین دار گھرانوں کے لڑکے لڑکیاں بھی باہر جا رہے ہیں اور
زیادہ تر امریکہ جانے کی دُھن سوار ہے۔

گھر کی درسگاہ دین کے معاملے میں صفر، مشنری
اسکول اور کالج وغیرہ بھی صفر۔ بعض گھرانوں میں مائیں
یوروپین عیسائی یا یہاں کے عیسائی یا دوسرے مذاہب کی
ہیں۔ ٹھیک ہے اُنھوں نے اسلام قبول کیا مگر سوائے چند
کے سب نے شادی کرنے کے لئے کلمہ پڑھ لیا۔ اِدھر صاحبزادے
اوّل تو پوری کوشش کرتے ہیں کہ امریکہ میں نوکری مل جائے یا
یورپ کے کسی دوسرے ملک میں ہی سہی اور جونہی نوکری
ملی وہیں شادی کر لی۔ اس طرح بہو بھی امریکن یا یوروپین
گھروں میں موجود ہیں۔ بہو بننے کے بعد وہ پورے حقوق
حاصل کر لیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان کی نعمت عطا کی۔ ایمان محبّت

ہی محبّت ہے۔ محبّت کس کی؟ اللہ تعالیٰ اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی۔ اس کے بغیر تو عقیدہ صحیح نہیں ہوتا اور اگر عقیدہ صحیح نہیں تو اعمال کچھ فائدہ نہیں دیتے۔

جسم اور رُوح کی طہارت کے لئے نماز کی نعمت عطا کی۔ پانچ وقت کی نماز۔ بدنوں کو پاک صاف کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ طاہر رہنے والوں کو پیار کرتا ہے اور مال کو پاک کرنے کے لئے زکوٰۃ رکھ دی۔

گناہوں کی سیاہی کو دُور کرنے کے لئے توبہ کا صابن رکھ دیا ہے۔ اگر انسان گناہ کرتا ہے، ارادے سے نہیں بلکہ مبتلا ہو گیا ہے ماحول کی وجہ سے اور اپنی قوّتِ ارادی کی کمزوری اور نفس کے غلبے کی وجہ سے تو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے، مبتلا ہونے کی وجہ سے گناہ بے اختیاری کی حالت میں سرزد ہوں تو انسان لیٹے بیٹھے جس حال میں ہو اللہ کے سامنے عاجزی اور انکساری سے

توبہ کرے اور کہے کہ میں مجبور ہوں، مظلوم ہوں، تُو رحم فرما۔ اپنی کریمی کے صدقے میرے گناہ بخش دے۔ میں نہیں سمجھتا میں اپنی اس مصیبت سے کیسے نکلونگا مگر تو قادرِ مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ تیری دہائی ہے مجھے بچالے شیطان اور نفس سے۔ اس طرح نماز نہ پڑھنے کے لئے بھی توبہ کرتا رہے اور جب فرصت ملے اس سے توفیق ضرور مانگتا رہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی یہ مسلسل پُکار، یہ ہر گناہ کے بعد ندامت اللہ تعالیٰ کی رحمت کو ایک نہ ایک دن ایسے جوش میں لائے گی کہ آپ حیران ہو جائیں گے۔ وہ آپ کو اتنی زبردست قوتِ روحانی عطا کر دے گا کہ آپ کو نماز پڑھے بغیر اور گناہ کو دل سے نفرت کرنے اور بچنے کے بغیر چارہ نہیں رہے گا۔ یہ نسخہ میں نے بہت لوگوں کو بتایا اور وہ اس پر کاربند ہو گئے اور اُن پر آخر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ انہوں نے شراب یا دوسرے گناہ چھوڑ دیئے۔ نماز بھی پڑھنے لگ گئے۔

اکلِ حلال ۔ صِدق مقال اور صحبتِ صالح

اکلِ حلال (حلال روزی) یہ تو ساری دنیا میں کہیں بھی ممکن نہیں ۔ ہر جگہ سُود کی معیشت ہے مگر اس کو مجبوری جانے مگر دل سے سخت نفرت کرے ۔ ہاں صدقِ مقال یعنی سچ بولنا ۔ اس کی پوری پوری کوشش کرے اور اچھی صحبت جب بھی جہاں بھی اور جتنی دیر کے لئے ملے اُس کا لالچی رہے ۔

ایک شخص حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ مجھ میں فلاں فلاں بُرائیاں ہیں میں اُنہیں نہیں چھوڑ سکتا ۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ تم مجھ سے ایک وعدہ کرو کہ تم جھوٹ نہیں بولو گے ۔ اس نے خوشی خوشی وعدہ کر لیا اور اپنے اس وعدے پر قائم رہا ۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی ساری بُرائیاں دُور ہو گئیں ۔

قرآن، حدیث اور اقوالِ ائمہ میں اچھے دوست کی محفل میں بیٹھنے کی بار بار تاکید آئی ہے۔ کلامِ پاک میں ارشاد ہے: "سچّے لوگوں کی صحبت اختیار کرو" اور ارشادِ نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہے: "نیک صالح دوست کی مثال عطر فروش کی سی ہے، اگر وہ تمہیں عطر نہ دے تو اس کی خوشبو تو تجھ تک پہنچتی رہے گی۔ اسی طرح بُرے دوست کی مثال لوہار کی سی ہے اگر اس کی روشن کردہ آگ تجھے نہ جلائے لیکن اس کی لُو تو تجھ تک ضرور پہنچے گی جو یقیناً نقصان دہ ثابت ہو گی۔"

پھر فرمایا۔ ایک بُرے دوست سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے صالح دوست بہتر ہے۔

پھر فرمایا۔ اگر کسی انسان کو پہچاننا ہو تو اس کو کردار یا دوست کے ذریعے سے پہچانتے ہیں۔

میں اب اس مشورے پر ختم کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ

سے نیکی کی توفیق مانگتے رہیں۔ خواہ سال گذر جائیں۔ ایک نہ ایک دن اُس کی رحمت جوش میں آئے گی اور انشاء اللہ گوہرِ مقصود حاصل ہوگا اور پھر گناہ اور بُرائی کے خیال تک سے کراہیت پیدا ہو جائے گی۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ توفیق مصلّے پر ہی جا کر مانگی جائے۔ وہ وقت بھی آجائے گا۔ پہلے اس کو پکارنے میں تو لگ جائیں جس حال میں بھی ہیں۔ اپنے بندے کی خفیہ پکار اور زاری اللہ کو بہت پسند ہے۔ اور اس کا کرم بھی بے پناہ ہے۔ رحمتِ حق بہانہ مے جوید۔

عزیزانِ من ! آپ کوشش کرتے رہیں کہ خوفِ الٰہی دل میں پیدا ہو۔ یہ کبھی نہ بھولیں کہ دانائی کی بنیاد خوفِ الٰہی ہے۔ آج یہ چیز غائب ہے۔ لہٰذا سزا و جزا کا تصوّر بھی غائب ہے۔ نزع کی سختی، قبر کا عذاب، حشر کا برپا ہونا، قیامت کی ہولناکی اور عذابِ دوزخ وغیرہ کو توہّم پرستی سمجھا جاتا ہے۔ دُنیا اتنی مادّہ پرست ہوگئی ہے کہ دولت

ہی سب کچھ ہے۔ جدیدیت کے بہت سے تحفے ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑا یہ تحفہ ہے کہ مغرب کے عیسائیوں، یہودیوں، کمیونسٹ اور سوشلسٹ لوگوں نے مسلمان قوم کے دل سے اللہ اور رسول کا احترام اس طرح ختم کیا کہ ان کو عورت، شراب، جُوا اور دولت کی حرص میں مبتلا کر دیا۔ یہودی، نصرانی، ہندو اور دوسری قومیں جانتی تھیں کہ اگر ان کو کسی سے خطرہ ہے تو وہ اسلام سے ہے۔ مسلمانوں نے بارہ سو سال سے زیادہ روئے زمین پر حکومت کی۔ یہ وہ کبھی نہیں بھول سکتے اور تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دُہراتی ہے۔ جو تھوڑے بہت مسلمان اسلامی زندگی اب بھی بسر کرتے ہیں۔ اُن کو حقارت آمیز لہجے میں بنیاد پرست کہا جاتا ہے۔ اُن کا مقصد تو پورا ہو گیا ہے، دنیا میں اب ذلیل ترین قوم مسلمان سمجھی جاتی ہے۔ ایک ارب سے زیادہ آبادی ہے۔ عرب سے اسلام اُٹھا اور

وہاں تقریباً اسّی فیصد اسلامی ممالک کمیونزم اور سوشلزم کی گود میں چلے گئے۔ کمیونزم کا انتقال ہوگیا ہے مگر ان ممالک میں اُسی طرح موجود ہے۔ یاد رہے کمیونزم اور سوشلزم یہ دونوں ازم ہیں جو خدا کے وجود کو نہیں مانتے۔ دُنیا کا پچاس فیصدی تیل مُسلم ممالک دیتے ہیں اور چالیس فیصدی خام مال بھی انہی ممالک سے جاتا ہے مگر دنیا کے تمام مظالم مسلمانوں پر ڈھائے جارہے ہیں۔ آپ نے افغانستان، فلسطین اور کشمیر کے مجاہدین کا حال دیکھا۔ فلپائن اور برما کے مسلمانوں، بلغاریہ کے مسلمانوں اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہا ہے، آپ دیکھ رہے ہیں۔

جب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اعلانِ نبوّت کیا تو اُس وقت کیا حال تھا۔ اتنی مصیبتیں آپ نے اُٹھائیں دینِ حق کے لئے۔ بے شمار غزوے لڑے، بے شمار جنگوں کے

پلان بنا کردیئے اور آخر کار اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس فتح کا آپ سے وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا اور وصال سے پہلے جو حجۃ الوداع پر خطبہ دیا، اس میں ایک لاکھ سے زائد مسلمان جمع تھے۔ آج بھی اگر ہم سچّے دل سے اسلامی قوانین پر عمل کریں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے وقتاً فوقتاً عذابِ الٰہی نازل ہوتے رہتے ہیں مگر ان کا اثر وقتی طور پر ہوتا ہے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق پھر بھی نہیں ہوتی۔ اوجڑی کیمپ کا واقعہ لے لیں۔ قیامت سے کم نہیں تھا جن کے پاس کاریں تھیں وہ بیوی بچّوں کو بٹھا کر کوئی پشاور کی طرف اور کوئی جہلم کی طرف دوڑ پڑا۔ روس میں چرنوبل کے ایٹمی پلانٹ کا حادثہ ہوا۔ ساٹھ ہزار آدمی ابھی تک جسمانی طور پر معذور پھر رہے ہیں۔ بھارت میں بھوپال کی گیس فیکٹری کا واقعہ ہوا۔ اس میں بھی ہزاروں آدمی ابھی

طرح معذور زندگی گذار رہے ہیں۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ عذابِ قبر کے کتنے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں ایک دل دہلا دینے والا واقعہ پیش آیا۔ ویسے تو مادّہ پرست مُسلمان عذابِ قبر اور عذابِ حشر کا مذاق اُڑاتے رہتے ہیں اس دردناک واقعے کی پریس کٹنگ کی کاپی آپ خود پڑھ لیں۔ (تتمہ "د" صفحہ نمبر: ۱۷۶)

چونکہ آپ کے تاثّرات موصول ہوئے۔ مجھے اپنے پہلے طریقۂ بیان کو بدلنا پڑا اور تشریحات کے تتمہ میں موضوع سے متعلّق جتنا بھی مواد ممکن ہوسکتا تھا وہ بھی مہیّا کرنے کی کوشش کی۔

عزیزانِ من! یہ میری تحریر عالم فاضل لوگوں کے لئے نہیں بلکہ آپ جیسے مبتدیوں کے لئے ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرسکیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو سمجھنے اور ان کا اثر قبول کرنے کے لئے آپ کا

سینہ کھول دے۔ میں نے اپنی تمام سابقہ تحریروں میں اختصار سے کام لیا اور ان کو احسن طریقے سے پہنچایا۔ یہ میرا فرض ہے۔ آگے سمجھ اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا۔

اُمید ہے جنھوں نے مجھ سے استفسارات کئے ہیں اُن سب کے جوابات اس میں آگئے ہوں گے۔ اب تو یہ حالت ہے:

پڑھتے نہیں ہیں بھول کے اللہ کی کتاب
ہوتے نہیں ہیں چشمۂ زم زم سے فیضیاب
مغرب کے میکدوں کی چڑھائے ہوئے شراب
اس درجہ ہو چکے ہیں مسلمان اب خراب
سڑکوں پہ ناچتی ہیں کنیزیں بتول کی
اور تالیاں بجاتی ہے اُمّت رسُول کی

تتمّہ (ج)

سورۃ مبارکہ کی چند فکر انگیز تشریحات

① یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ

اِس سورۃ مبارکہ کا آغاز "یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ" سے کیا گیا ہے۔ مختلف علمائے کرام نے اس کے مختلف ترجمے اپنی اپنی استعداد کے مطابق کئے ہیں۔ اُن میں سے کچھ یہ ہیں:

"اے جھُرمٹ مارنے والے"

"اے کپڑوں میں لپٹنے والے"

"اے چادر اوڑھنے والے"

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔ یہ اُسی وقت ممکن ہوسکتا ہے۔ جب مترجم کو دونوں زبانوں پر مکمل عبور حاصل ہو۔ زبان کے محاورات کا صحیح ترجمہ کرنے کے لئے جس قوم کی زبان ہو اُن کی تہذیب وتمدن سے بھی آگاہی ہونا چاہیئے۔ اتنا علم رکھنے کے باوجود بھی کسی نہ کسی وجہ سے ایسا نہیں ہوپاتا جیسا کہ حق ہے۔ ترجمہ تو ہوجاتا ہے مگر روح پوری نہیں آتی۔ سچی بات ہے کہ یہ ممکن بھی نہیں۔ ظاہر اُس کا آراستہ مگر باطن میں وہ آب وتاب نہیں ہوتی۔

یہاں پر معنی سمجھنے کے لئے پہلی ضروری چیز یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ خطاب کرنے والا کون ہے اور اس کی کیا حیثیت ہے اور پھر جسے کہا گیا اس کی کیا حیثیت ہے۔

یہاں پر خطاب کرنے والا اللہ جلّ شانہٗ ہے جس نے اپنے آپ کو ربُّ العٰلمین کہلوایا اور جنہیں خطاب کیا

وہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) امام الانبیاء ہیں جن کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا: " وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۔ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔" پھر دوسری جگہ فرمایا "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور ایمان والو۔ اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو۔" اگر کوئی یہ جاننے کے بعد اس کو عام چادر جانے تو یہ اُس کا اپنا نصیب اور علم ہے کسی ادنیٰ چیز کو بھی جب کسی اعلیٰ چیز سے نسبت ہو جاتی ہے تو اُسے چار چاند لگ جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک ہر وقت معطّر اور منوّر رہتا۔ آپ کے جسم مبارک پر کبھی کسی نے مکھی تک کو بیٹھتے نہیں دیکھا۔ آپ کا سایۂ مبارک نہ تھا تاکہ سایہ پر کسی کا قدم پڑنے کی وجہ سے بے ادبی نہ ہو جائے۔ آپ کے بستر مبارک سے گلاب کی خوشبو آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

جس کوچہ میں سے ہو کر گزرتے پھر کوئی شخص اُس کوچے سے گزرتا تو وہ خوشبو کی وجہ سے پہچان جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم اِدھر سے گزرے ہیں۔ یہ آپ کی خوشبو (عارضی یعنی جو لگائی جاتی ہے) بلا خوشبو کی ہوتی تھی یعنی ذاتی خوشبو تھی۔ وصال کے بعد حضرت سیدہ اُمّ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کے ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر آپ کے سینۂ مبارک پر رکھے۔ آپ کا کہنا ہے کہ روزانہ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے باوجود اُن کے ہاتھوں سے کئی روز تک مسلسل مشک و عنبر وغیرہ کی خوشبو آتی رہی۔

غلاف تو اور بھی ہوتے ہیں مگر جو غلاف خانہ کعبہ کا ہے وہ کعبہ شریف سے نسبت پاتے ہی غلافِ کعبہ کہلاتا ہے۔ اِسی طرح خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جس جگہ کھڑے ہو کر کعبہ کی تعمیر شروع کی وہاں کے پتھر کو

محفوظ کر لیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے وہاں نماز پڑھنے کے لئے حکم کر دیا جو ہر حاجی آج بھی اس مقام پر پڑھتا ہے۔ ایک پتھر کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر کے پائے مبارک کے ساتھ لگنے سے اُسے یہ مقام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حاصل ہو گیا۔

اِس خطاب میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایک عظیم لقب سے نوازا گیا ہے "اَلْمُزَّمِّلُ" کا ترجمہ تو "اَلْمُزَّمِّلُ" ہی کیا جائے جبھی جا کر اِس کے ترجمے کا پُورا حق ادا ہو سکتا ہے۔ دوسری زبانوں کے کئی ایسے الفاظ ہیں جن کا اُردو میں کوئی ترجمہ نہیں۔ آپ لفظ سجدہ کو لے لیجئے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اُردو زبان میں اس کو سجدہ ہی کہا جاتا ہے۔ اب "یَآاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ" کے ترجمے میں اُردو کے ایک لفظ میں ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ ترجمے کے لئے چار الفاظ اُردو کے استعمال کئے گئے ہیں۔ پھر ایک عام قاری اس کو ایک عام چادر سمجھے گا۔ حالانکہ عرب میں یہ اس چادر کو کہا جاتا ہے جو دوسری

چادروں سے عرض میں بڑی ہوتی ہے اور جسم پر آسانی سے لپیٹی جا سکتی ہے۔

(علم والے علم کی عینک سے اور اہلِ محبّت، محبّت کی عینک سے اس عالم میں قدرت کا نظارہ کرتے ہیں:

1942 میں ایک درویش کی زیارت نصیب ہوئی اور لوگ بھی تھے۔ وہ ایک عجیب عالم میں تھے۔ کبھی کبھی بے خودی سے نکل کر ہوش میں آتے۔ ایک مرتبہ فرمایا کسی کو کچھ پوچھنا ہے یا کہنا ہے۔ کسی نے اپنی پریشانیاں بیان کیں۔ کچھ دینی رُجحان رکھنے والوں نے دین کی باتیں پوچھیں۔ موقع مناسب سمجھا، بندہ نے بھی عرض کیا یا حضرت "یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ" کا ترجمہ کیا ہے؟ اُن کے چہرے پہ ایک عجیب مسرّت کی لہر دوڑ گئی اور پھر دلآویز مسکراہٹ سے فرمایا: "اے کملی والے"۔ میں نے کہا سبحان اللہ!

پھر 1946 میں ایک درویش کی زیارت ہوئی۔ محفل

گرم تھی۔ ان کے ہم نشین بھی خوب ذوق وشوق رکھتے تھے۔ جب باتیں شروع ہوئیں۔ کچھ نے کہا اور کچھ نے پوچھا جب یہ سلسلہ شروع ہوا تو ہم نے بھی وہی بات دُہرائی۔ ''یا حضرت ''یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ'' کا کیا ترجمہ ہے؟''۔ اضطراری حالت میں آگئے۔ بے ساختہ فرمایا ''اے کالی کملی والے'' یہ دونوں حضرات محبت کی عینک پہنے ہوئے تھے۔ دیوانوں کے ترجمے شاید اسی طرح کے ہوتے ہوں گے۔ یہ اہلِ ظاہر کیلئے دلیل نہیں۔ دلیل تو شریعتِ مقدسہ ہی میں ہے۔ اس دنیا میں دیوانے اور فرزانے دونوں اپنی راہ چل رہے ہیں)۔

② عباداتِ نبوی اور اُس میں تخفیف کا حکم

آپ کو اب اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوّت سے سرفراز فرمایا۔ ایک نیا دور شروع ہوا۔ دعوتِ حق مخلوق کو دینا تھی۔ یہ ایک عظیم فرض تھا۔ اس کے لئے وقت، وسائل اور دوسری چیزیں

درکار تھیں۔ دعوتِ حق خفیہ طور پر دینا تھا۔ آپ اتنا قیام کرتے اور رات بھر عبادت کرتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر وَرم آجاتا تھا۔ اب دن کو دعوتِ حق دینے کی وجہ سے مصروفیات بہت بڑھ گئیں۔ ہر طرف کفر کا اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ سخت نامساعد حالات تھے۔ خانہ کعبہ بُتوں سے بھرا پڑا تھا۔ تبلیغ کے لئے خاص حکمتِ عملی اور طریقۂ کار وضع کرنا تھا۔ (کسی معاشرے یا نظام کو اس بے سروسامانی کی حالت میں بدلنے کا بڑے سے بڑا مشنری بھی ہمت نہیں کرسکتا۔ مگر آپ کے ساتھ تائیدِ ایزدی ہر وقت ہر حال میں شامل رہتی تھی) اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی جوش میں آئی اور قیام کے بارے میں تمام رات کی بجائے فرمایا کہ تھوڑی رات، آدھی، اس سے کچھ کم یا کچھ اور زیادہ کردیں۔ ہاں نمازِ تہجّد اُسی طرح فرض رہی۔ یہ تخفیف بعد میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جاں نثاروں کو بھی ایک سال بعد مرحمت فرمائی گئی۔

③ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی یوں تشریح فرمائی کہ جس طرح تم جلدی جلدی ردّی کھجوریں بکھیرتے چلے جاتے ہو اور بال کاٹتے چلے جاتے ہو' ایسا نہ کرو۔ جب کوئی نادر نکتہ آئے تو ٹھہر جاؤ۔ اپنے دل کو اس کی اثر انگیزی سے متحرک کرو۔ تمہیں اس سورۃ کو جلدی جلدی ختم کرنے کی فکر نہ ہو۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک اور جگہ فرمایا کہ "جو قرآن کریم کی خوش الحانی سے تلاوت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" قرآن کریم کو خوش الحانی سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے سوجھ بوجھ میں ایک عجیب نکھار آجاتا ہے اور طبیعت رجوع ہونے لگ جاتی ہے۔

قرآن پاک کے پڑھنے، سننے اور سمجھنے کے بارے میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

— "جو قرآن پر تدبّر نہیں کرتے کیا اُن کے دلوں پر مُہر لگی ہوئی ہے"۔

— "مسلمان اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر گونگے اندھے ہوکر نہیں گر پڑتے"۔ (یعنی مسلمانوں کو چاہیئے کہ قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے بہت محنت کریں)۔

— "یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے سمجھ بوجھ کی باتیں ہیں اور ہدایت و رحمت ہے مومنوں کے لئے"۔

— "کتاب ہدایت ہم نے نازل کی اور بے شک ہم ہی اِس کے محافظ ہیں"۔

— "اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو"۔

— "اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کے لئے نصیحت ہے"۔

— "جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو"۔

④ نزولِ کلامِ پاک کی عظیم بشارت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"ہم عنقریب آپ پر بھاری فرمان نازل کریں گے"۔

قرآن پاک حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ یہ بنی نوعِ انسان کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہے اور ایک مکمّل ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں جُملہ احکامِ الٰہی ہیں :

— ظاہری طور پر لوگوں کو دعوتِ حق دینا اور اُن کو اللہ کے دین کی طرف بُلانا۔

— پھر نورِ نبوّت سے اُن کے باطن کو پاک کر کے مشرف بہ اسلام کرنا۔

— ظاہری اور باطنی تربیت کر کے اور اُن کے قلوب کو منوّر کر کے اُن کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مُطابق

زندگی بسر کرنے کے لئے تیار کرنا۔

—— اور ایک معاشرے کو مکمل طور پر اور یکسر بدلنا اور اس کو کفر کے اندھیرے سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لانا۔

یہ سب جان جوکھوں کا کام تھا۔

وہ کفر کے اندھیروں میں تھے۔ غرور و تکبّر کے مارے ہوئے کسی کو کچھ سمجھتے ہی نہ تھے۔ ان کو اپنی عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا بہت گھمنڈ تھا۔ اس کے علاوہ ہر قبیلہ اپنی ایک اَنا رکھتا تھا اور اس حد تک کہ لڑکی کی پیدائش کو اس قدر اپنی بے عزّتی سمجھتے کہ اُن کو زندہ دفنا دیتے تھے۔ معمولی معمولی باتوں پر قبائل ایک دوسرے پر حملہ کر دیتے اور قتل و غارت کرتے۔ ایسوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے تیار کرنا بظاہر ناممکن تھا۔

یہ فرمان یعنی کلامِ پاک اپنے اسرارِ باطنی کی وجہ سے بھی اتنا بھاری تھا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ہم اگر اسے پہاڑوں

پر نازل کرتے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ یہ کتنا بھاری ہے اسکا اندازہ صرف ایک بات سے ہی لگا لیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم پہ جب وحی کا نزول ہوتا تو آپ پہ اتنا بوجھ ہوتا کہ سخت سردی کے موسم میں بھی آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگ جاتے۔ اس نکتے کی حقیقت سوائے اہل معرفت کے کوئی نہیں سمجھ سکتا اس لئے کہ یہ اسرار میں سے ہے۔

5 شب بیداری و مجاہدۂ نفس

شب بیداری کے حکم سے شب کی فضیلت عبادت کے لئے اور بھی مسلّمہ ہو گئی۔ رات کو دن پر ہمیشہ سے فضیلت رہی اور راتوں میں بے شمار راتیں فضیلت والی ہیں اور ایک رات کو اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں "لیلۃ القدر" فرمایا، اور یہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور جبرئیل اُترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے۔

سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔ انسان کی عظمت، عبادت و تقویٰ سے ہے اور اس میں صِدق، اخلاص اور حضوریٔ قلب جبھی میسّر آسکتے ہیں جبکہ نفس کو مطیع کر لیا ہو۔ حدیث شریف ہے۔ "مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے"۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

— "ہم نے انسان اور جن کو پیدا کیا صرف اپنی عبادت کے لئے" (اور کوئی غرض نہیں تھی)

— پھر فرمایا۔ "اللہ کے نزدیک وہ اکرم ہے جو تقویٰ میں بڑھ کر ہے"۔

یہ رات ہی ہے جب اللہ جل شانہٗ آخری آسمان تک نزول فرماتا ہے۔ اس ضمن میں کچھ احادیث شریف ہیں :

— "اُترتا ہے پروردگار روزانہ رات کے آخری تہائی کے وقت دنیا کے آسمان پر اور فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے مانگے تاکہ میں اس کے سوال کو پُورا کروں۔ کون ہے جو مغفرت

چاہے مجھ سے، میں اسے بخش دوں۔ پھر خداوند تعالیٰ کھولتا ہے اپنے لطف اور رحمت کے ہاتھوں کو اور کہتا ہے کون ہے جو قرض دے اُس ذات کو جو نہ فقیر ہے اور نہ ظالم۔ صبح تک خداوند تعالیٰ یہی فرماتا رہتا ہے۔"

— "رات میں ایک ساعت ہے اگر اُس میں کوئی مسلمان دین و دُنیا کی بھلائی مانگے تو خداوند تعالیٰ اُس کو عطا فرما دیتا ہے اور یہ ساعت ہر رات میں ہوتی ہے۔"

— "لازم کرو تم اپنے آپ پر رات کے قیام کو یعنی تہجّد کی نماز پڑھنے کو۔ یہ طریقہ اُن نیک لوگوں کا ہے جو تم سے پہلے تھے اور رات کا قیام تمہارا اللہ تعالیٰ سے نزدیکی کا سبب ہے۔ گناہوں کا کفّارہ ہے اور گناہوں سے روکنے والا۔"

— آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا۔ "فرض نمازوں کے بعد سب سے بہتر نماز رات کی نماز ہے یعنی تہجّد۔"

— نفس کے مجاہدے کے بغیر عبادت اور نماز میں حضوری

حاصل نہیں ہو سکتی ۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے انسان کو اپنے قلب کے اندر حضوری حاصل کرنا ہے مگر جب تک نفس مطیع نہیں ہو جاتا ۔ وہ ہر وقت حملے کرتا رہتا ہے ۔ طرح طرح کے وسوسے ڈالتا رہتا ہے ۔ عبادت کی طرف رغبت نہیں ہونے دیتا ۔ اس کے خلاف جہاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے جہادِ اکبر فرمایا ہے اور تلوار کے جہاد کو جہادِ اصغر ۔ نفس سے جہاد تو ہر وقت کرنا پڑتا ہے ۔ جب تک زندگی ہے ۔

رات کو اُٹھنا انسان پر بے حد گراں گزرتا ہے ۔ نیند ایک عارضی موت ہے ۔ اس دوران انسان کے اعضا نرم ہو جاتے ہیں اور ایک عجیب آرام و آسائش کی حالت میں ہوتے ہیں ۔ اس وقت جب وہ یادِ الٰہی کے لئے اٹھتا ہے اور تمام گرانی و سستی کا مقابلہ کر کے وضو کرتا ہے ۔ پھر مُصلّے پر اپنے جسم کو بارگاہِ ربّ العزّت میں حاضر کر دیتا ہے تو نفس بلبلا اٹھتا ہے ۔ روزانہ کے جاگنے سے اور نفس جب خواہش کی فرمائش

کرے اس کو رد کرنے سے انسان میں ایک خاص قوّتِ ارادی
پیدا ہو جاتی ہے اور جوں جوں وہ اس راہ میں استقامت
حاصل کرتا جاتا ہے۔ قربِ خداوندی حاصل ہوتا جاتا ہے۔
جب انسان اپنے نفس کو پہچان جاتا ہے تو وہ اپنے رب کو
پہچان جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
ہے کہ جس کی نگرانی اچھے طریقے پر ہوتی ہے اُس کی ولایت ہمیشہ
باقی رہتی ہے۔ جب وہ مجاہدۂ نفس میں کمال حاصل کرتا ہے
تو نفس مر جاتا ہے۔ حدیث شریف ہے "مرنے سے پہلے مر جاؤ"
یہ عجیب بات ہے کہ ہر مُردار سے بدبو آتی ہے اور اسے دُور جگہ
پر پھینکا جاتا ہے۔ مگر ایک نفس جب مُردہ ہوتا ہے تو اس
مُردار سے خوشبو آتی ہے، جو اس کی خواہشات کا مطیع ہو جاتا
ہے تو پھر اس کی خیر نہیں۔ اس کے لئے دین کی تباہی ہی تباہی
ہے۔

حضرت سائیں توکّل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مُرید

نے ایک دفعہ عرض کیا کہ حضرت میرا نفس مجھے بہت تنگ کرتا ہے۔ آپ نے تصرفِ روحانی فرمایا اور اس شخص کا نفس سامنے حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا "کیوں ستاتے ہو اسے؟" کہنے لگا۔ "یہ میری بات مانتا ہے۔ لہٰذا میں اسے ستاتا ہوں اور جب تک یہ میری بات مانتا رہے گا۔ میں اِسے ستاتا رہوں گا۔"

انسان ظاہری عبادت کتنی ہی کیوں نہ کرے؟ دینی کتابیں پڑھ پڑھ کر بیٹھ کبڑی کیوں نہ ہو جائے۔ یہ مردود نہیں مرتا۔ یہ تو کسی مردِ کامل کی نگاہ جب پڑتی ہے تو ٹھٹھر کر خاموش ہو جاتا ہے۔ قلب، روح، نفس یہ سب باطن ہیں ظاہر تو جسمِ انسانی ہے لہٰذا باطن کی دنیا کو جاننے کے لئے علمِ رُوحانیت ضروری ہو جاتا ہے۔ ایمان ایک دولت ہے اور نفس انسان کے اندر ایک ڈاکو ہے اور شیطان کا ادنیٰ غلام۔ یہ ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ جب کوئی مردِ کامل اپنے کسی مُرید پر نظرِ فیض اثر ڈالتا ہے اور اس کے قلب سے ذکر جاری کر دیتا ہے

تو پھر وہ ذکر کسی وقت بھی بند نہیں ہوتا خواہ وہ کام میں مصروف ہو یا نیند میں ہو۔ یہ ذکر کی آواز نفس کو اٹھنے نہیں دیتی بشرطیکہ ذکر کے ساتھ فکر نصیب ہو اور ظاہر کے محاسبے اور باطن کی نگہداشت اس کو توبہ کی استقامت سے حاصل ہوتی ہے اور توبہ، بغیر صدقِ مجاہدہ کے درست نہیں ہو سکتی۔

⑥ ذِکر اور تَبَتُّل اِلَی اللہ کا حکم

"اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلّق ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔"

ایک ذکر تو اہلِ ظاہر زبان سے کرتے ہیں۔ اسے ذکرِ ناسوت کہا جاتا ہے۔ دوسرا ذکر اہلِ باطن کرتے ہیں جو کہ اسرار میں سے ہے اور اس کی تعلیم وہی دے سکتا ہے جو علمِ روحانیت میں کمال رکھتا ہو۔ جو سچّے طالب ہوتے ہیں وہ پیرِ کامل کی تلاش میں سفر کرتے ہیں کیونکہ پیر اگر ناقص

ہے تو وہ خود تو گمراہ ہے ہی طالب کو بھی گمراہ کر دیتا ہے۔ اس دَور میں علمائے حق اور پیرانِ کامل عنقا ہو گئے ہیں۔ اِنکا مِلنا محال ہو گیا ہے۔ پھر بھی انسان کو کوشش اور تلاش ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

یہاں پر ہر طرف سے بے تعلّق ہونے کے لئے حکم ہوا ہے۔ وہ اہلِ ظاہر کے لئے تو مشکل ہے۔ ہاں اگر ساعت' دو ساعت یہ کیفیت فضلِ ربّی سے نصیب بھی ہو جائے تو اس سے مقصود پورا نہیں ہوتا۔ جس اپنائیت اور فنائیت کا یہاں تقاضا ہے وہ پورا نہیں ہوتا۔ یہ حق تو اہلِ باطن ہی ادا کر سکتے ہیں جنھوں نے اذکار کی مشق کامیابی سے اپنے پیرِ کامل کی صحبت میں مکمل کر لی ہو۔ وہ رات کو جب ذکر کے شغل میں مصروف ہوتے ہیں تو ترقی کرتے کرتے یہاں تک پہنچ جاتے ہیں کہ ذِکر کرتے وقت ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتے ہیں انہیں کسی چیز کا ہوش نہیں ہوتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جگہ جگہ کلامِ پاک میں فرمایا ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

○ "اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو۔"

○ "اور اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو اور کچھ رات میں اُسے سجدہ کرو اور بڑی رات تک اس کی پاکی بولو۔"

اور پھر ایک جگہ اس طرح کریمانہ انداز میں بندے کو ذکر کی ترغیب دی ہے:

○ "اور پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اِس سے بھی زیادہ۔"

○ "اللہ کی تسبیح بولتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور وہی عِزّت و حکمت

والا ہے"۔

- "جو میرے ذکر سے غافل ہوگا۔ اُس کے لئے جینا محال ہو جائے گا"۔
- پھر ایک جگہ تو یہاں تک فرما دیا۔" آگاہ رہو، دِلوں کا چین اللہ کی یاد میں ہے"۔
- حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" انسان میرا بھید ہے اور میں اُس کا بھید ہوں"۔ اس کو ذِکر کرنے اور اس میں کمال حاصل کرنے کا حکم فرمایا تاکہ بھید ہونے کا بھید تو پالے۔
- حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ذکرِ الٰہی کے بارے میں فرمایا "جو شخص ذکرِ الٰہی کرتا ہے اور جو شخص ذکرِ الٰہی نہیں کرتا۔ وہ زندہ اور مُردے کی مانند ہیں"۔
- "خدا کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں میں اُن لوگوں کو تلاش کرتی رہتی ہے جو ذکرِ الٰہی کرتے

ہیں۔ پس جب وہ کسی جگہ ذکرِ الٰہی کر لینے والوں کو
پا لیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہتے ہیں۔ آؤ
اپنے مقصد کی طرف آجاؤ (یعنی ذکرِ الٰہی کو سننے اور
ذکر اللہ کرنے والوں سے ملنے کے لئے)۔ اس کے بعد
نبی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا۔ پس وہ فرشتے آجاتے
ہیں اور اپنے پروں سے ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو ڈھانک
لیتے ہیں اور آسمانِ دنیا تک پھیل جاتے ہیں۔"

○ "شیطان اِنسان کے دِل (کی تاک) میں لگا ہوا ہے۔
پس جس وقت آدمی خدا کا ذکر (دِل سے) کرتا ہے،
شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب ذکرِ الٰہی سے
غافل ہوتا ہے وسوسے پیدا کرتا ہے۔"

○ "بندہ جو عمل کرتا ہے اس میں ذکرِ الٰہی سے بہتر اور
عذابِ الٰہی سے نجات دینے والا کوئی عمل نہیں ہے۔"

○ "خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں اپنے بندے کے ساتھ

ہوں جبکہ وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے دونوں ہونٹ میرے ذکر سے حرکت کرتے ہیں"۔

○ "ہر چیز کی صفائی ہے اور دل کی صفائی خدا کا ذکر ہے اور کوئی چیز خدا کے عذاب سے بچانے والی ذکرِ الٰہی سے بہتر نہیں ہے۔ صحابہؓ کرام نے عرض کیا کہ خدا کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا۔ نہیں! چاہے جہاد کرنے والے کی تلوار لڑتے لڑتے ٹوٹ جائے"۔

○ "جب لوگ کسی جگہ بیٹھ کر اٹھیں اور اُس نشست میں خُدا کا ذکر نہ کریں تو اُن کا وہاں سے کھڑا ہونا مُردار گدھے کی مانند ہوگا اور اُن پہ حسرت ہوگی"۔

○ "جو لوگ کسی جگہ بیٹھیں اور اُس مجلس میں خُدا کا ذکر نہ کریں اور نہ اپنے نبی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر درود پڑھیں تو وہ مجلس اُن پر حسرت ہوگی چاہے

خداوند تعالیٰ ان کو عذاب دے چاہے اُنکو بخش دے۔"

7 ربوبیتِ الٰہی و توحید الٰہی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"وہی مشرق و مغرب کا مالک ہے۔ اُس کے سِوا کوئی معبود نہیں۔ اُسی کو اپنا کارساز بناؤ۔"

روایت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے۔ ہر ایک کا مشن توحید کا پرچار کرنا تھا اور بھولی بھٹکی ہوئی مخلوق کو اُن کے خدا سے مِلانا تھا ایمان و اخلاص کے ساتھ۔ ہر ایک نے اپنی اُمّت سے کہا کہ اللہ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ مگر اُن کی اُمّتوں نے اُن کو جھٹلایا، شرک میں مبتلا ہو گئے صرف چند لوگوں نے آمنّا صدّقنا کہا۔ توحید ایسی ذات کے ثابت کرنے کا نام ہے جو کہ اور ذاتوں سے مشابہ نہیں اور

نہ صفات سے معطل ہے ۔ باری تعالیٰ کا یہ ایک قول "اسکی مثل کوئی نہیں ہے" ہر طرح سے کافی ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ توحید کے بارے میں فرمایا اور شرک کو (یعنی کسی کو اس کی ذات وصفات میں برابر سمجھنا یا ساتھی سمجھنا) ظلم عظیم فرمایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

" اللہ تعالیٰ اِس جُرم کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے ۔ بے شک شرک بڑا ظلم ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہر حال میں اُسی پر توکّل کرنے اور اپنی تمام حاجات اُسی سے طلب کرنے کی تعلیم فرمائی ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

- "جس نے اللہ پر بھروسہ کیا ، اللہ اُس کیلئے کافی ہے"۔
- "اور اُس پر بھروسہ کر جو عزّت والا ، مہر والا ہے"۔

- "اللہ پر بھروسہ کرو۔ بیشک توکّل والے اللہ کو پیارے ہیں"۔
- "اور مسلمانوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے"۔
- "اور حکم تو سب اللہ ہی کا ہے۔ میں نے اُسی پر بھروسہ کیا"۔
- "تم فرمادو مجھے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ میں نے اُسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے"۔

حدیث شریف ہے :

- "آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ معاذ تو جانتا ہے بندوں پر خدا کا اور خدا پر بندوں کا کیا حق ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہی اس سے خوب واقف ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا۔ بندوں پر خدا کا یہ حق ہے کہ وہ صرف اُسی کی عبادت کریں اور کسی کو اُسکا

شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا پر بندوں کا حق یہ ہے کہ جو شخص اُس کی ذات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے وہ اس کو عذاب نہ دے۔"

- "آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا۔ جس شخص نے (سچے" دل سے) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا اور اُسی پر اُسکا خاتمہ ہوا (یعنی زندگی کے آخری لمحے تک اس عقیدہ میں تبدیلی نہ ہوئی) تو وہ جنّت میں داخل ہوگا۔"
- فرمایا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے "تم کو چاہیئے کہ تم اپنی تمام حاجتوں کو خدا سے مانگو یہاں تک کہ اپنی جوتی کا تسمہ بھی مانگو جبکہ وہ ٹوٹ جائے۔"
- پھر فرمایا۔ "جو اللہ سے سوال نہیں کرتا۔ اللہ اُس سے ناراض ہو جاتا ہے۔"

علمائے کرام فرماتے ہیں:

- شرک کبھی عدد میں ہوتا ہے "اَحَدٌ" کہہ کر اُس کی

نفی فرمادی۔ کبھی مرتبہ و منصب میں ہوتا ہے "صَمَدْ" کہکر اُس کا بطلان کر دیا۔ کبھی نسب میں ہوتا ہے "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ" سے اس کا بطلان کر دیا۔ اور کبھی کوئی کام کرنے اور اثر اندازی میں ہوتا ہے اس کی تردید "وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ" سے کردی۔ توحید کے اِسی جامع مضمون کے باعث اس سُورۃ کو "سُورۂ اخلاص" کہتے ہیں۔ (اِسی پوری سُورۃ میں صرف ایک جگہ 'زیر' آیا ہے)۔

جب توحید ایمان اور تصدیق سے مومن کے اندر داخل ہو جاتی ہے تو دل کے اندر ایک ایسی کیفیت ضرور پیدا ہونی چاہیئے کہ انسان بے اختیار اللہ کو ذات و صفات میں یکتا مان لے۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ سب سے پہلی جزیہ ہے کہ "اِس اَمر کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم خدا کے بندے اور رسُول ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑنا توکّل ہے اور جب یہ
حاصل ہوتا ہے تو انسان قوت و اختیار سے دستبردار ہوجاتا
ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بے پناہ محبّت ہوجاتی ہے۔ خداوند تعالیٰ
سے ہر حال میں راضی برضا رہتا ہے۔ خواہ وہ امر نفس کو
پسند ہو یا ناپسند۔ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے لگ جاتا ہے۔
ماسوائے اللہ سب سے دُور رہتا ہے۔ وہ کسی سے محبت
کرتا ہے تو اللہ کی خوشنودی کے لئے اور کسی سے دشمنی رکھتا
ہے تو اللہ کے لئے۔ معمولی سے معمولی تکلیف بھی پہنچے
تو وہ بے اختیار اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
کہہ اٹھتا ہے۔ وہ سمجھ لیتا ہے کہ اس کا مولیٰ اور رَب
اُس سے زیادہ اس کا خیر خواہ ہے اور اس کیلئے بھلائیوں
کا چاہنے والا ہے۔

⑧ صبر و تحمّل کا حکم

"جو یہ دِل آزار باتیں کہتے ہیں اُن کو سہتے رہو

اور اچھّی طرح سے اُن سے کنارہ کش رہو۔ مجھے اِن جُھٹلانے والوں سے جو دولت مند ہیں سمجھ لینے دو' ان کو تھوڑی سی مہلت دے دو۔"

جب دعوتِ حق دی گئی تو قریش اور کفّارِ مکّہ نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے جاں نثاروں کا محاصرہ کرلیا۔ بچّے بھوک سے بلک رہے تھے، کھانے پینے کا سامان، میل ملاپ سب بند کر رکھا تھا۔ ظاہری اسباب تقریباً ختم ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ مصائب کی انتہا ہو چکی تھی۔ مگر پھر بھی آپ کو یہی حکم دیا کہ آپ اِن کے جور و ستم پر صبر کریں اور ان سے الگ ہوتے ہوئے اچھّی طرح سے علیحدہ ہوں۔ وضعداری ہاتھ سے نہ جائے۔ پھر فرمایا کہ یہ جو دولت کے نشے میں چُور ہیں اور آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔ ان کو تھوڑی سی مہلت دے دیں۔ اللہ تعالیٰ یکلخت عذاب نہیں بھیجتا بلکہ اتمامِ حجّت کے

بعد عذاب نازل کرتا ہے۔ مہلت دینا یہ اللہ کی شانِ عفو ہے۔ یہ سنّتِ الٰہیّہ ہے۔ کیونکہ اُس کا فرمان ہے "سبقت لے گئی میری رحمت میرے غصّے پر"۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ جلّ شانہ، کے احکامات کی پوری طرح اور نہایت کشادہ دلی اور بغیر کسی ملال کے مکمل طور تعمیل کی۔

جتنے بھی نبی آئے اُن کو لوگوں نے جھٹلایا۔ طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ آخر اُن کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور اُنھوں نے اُن کے لئے بد دُعا کی اور اُن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ حضرت نوح علیہ السّلام نے تو اتنی سخت بد دُعا کی کہ سوائے اُن کے ساتھیوں کے رُوئے زمین پر ہر چیز نیست و نابود ہو گئی۔ آپ نے 950 برس تبلیغ کی اور مظالم سہے۔ آپ کے زمانے میں جب طوفان (جسے طوفانِ نوح کہا جاتا ہے) تھم گیا تو دنیا دوبارہ سے آباد ہوئی۔ اِسی لئے آپ کو آدمِ ثانی کہا جاتا ہے۔

مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے سخت تکلیف اور اذیّت دینے پر بھی بد دُعا نہ دی اور ہمیشہ فرمایا میں بد دُعا کے لئے نہیں بلکہ دُعا کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے ہم نے آپ کو جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ انسان کے اوصافِ حمیدہ میں اخلاق اعلیٰ ترین صفت ہے۔ اِسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔" میں اس لئے بھیجا گیا ہوں اِس دنیا میں تاکہ بلند اخلاق کی تکمیل کروں"۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس انداز سے آپ کے اخلاق کی صفت کو قرآنِ پاک میں خاص طور پر بیان کیا ہے وہ اس کی تائید ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ" "بے شک آپ کی خُوبُو بڑی شان والی ہے"۔

صبر کے متعلّق باری تعالیٰ کے چند ارشادات:

—" اے ایمان والو! صبر کرو اور کراؤ اور ڈرو شاید

اس سے تم کو رستگاری حاصل ہو جائے"۔

—"تم صبر کرو، صبر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ"۔

—"صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بے حساب پورا پورا دیا جائے گا"۔

—"جن لوگوں نے صبر کیا ہم ضرور اُنھیں زیادہ نیک چیزوں کے ساتھ اجر دیں گے جیسا کہ وہ صبر کرتے ہیں"۔

—"اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد طلب کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

—"اور جس نے صبر اور معاف کیا تو بے شک یہ اَمر عظیم الشّان امور سے ہے"۔

—"آپ اس تکلیف پر جو آپ کو پہنچے صبر کریں۔ تحقیق یہ بڑے کاموں میں سے ہے"۔

جب انسان کو قدرت حاصل ہو اس وقت اپنے

دشمن سے درگزر کرنا اور خود صبر کر کے تحمّل، حلم، اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔

جب یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی:

"(آپ) معافی اختیار کریں اور اچھّی بات کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض کریں"۔

تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت جبرئیل علیہ السّلام سے اس کا مطلب پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا: میں خدا سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ پھر دوبارہ آئے اور کہا۔ اے محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اس شخص سے ملیں جو آپ کو چھوڑتا ہے اور اس کو آپ دیں جو آپ کو محروم رکھتا ہے اور جو آپ پر ظلم کرے اس کو معاف کر دیں۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیات طیّبہ کا مطالعہ کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ آپ نے کبھی بھی سخت سے سخت

تکلیف دہ موقع پر بھی اپنے نفس کے لئے کبھی کسی سے انتقام
نہیں لیا۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دندانِ مبارک جب
غزوہ احد میں شہید کئے گئے اور آپ کا رُخِ انور زخمی
کیا گیا تو صحابۂ کرام کو سخت رنج ہوا اور سب نے عرض
کیا کہ حضور ان کفّار کے لئے بددعا کریں تو آپ صلّی اللہ
علیہ وسلّم نے فرمایا۔ میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا۔
دُعا مانگنے والا اور رحمت والا بھیجا گیا ہوں۔ خداوندا!
میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ جانتے نہیں۔ آپ
کا یہی ایک واقعہ آپ کے صبر و اخلاق، تحمّل و حلم
کو جاننے کے لئے کافی ہے۔ آپ کے ان اوصافِ حمیدہ و
برگزیدہ کے بارے میں اور بھی احادیث ہیں۔

ابوسفیان جسے آپ کی خدمت میں پکڑ کر لایا گیا،
اور جو اس سے قبل آپ پر کچھ قبائل لے کر چڑھ آیا تھا،

اور جس نے آپ کے چچا اور اصحاب کو قتل کیا تھا اور اُنکی لاشوں کی بے حرمتی کی تھی، آپ نے اس کو نہ صرف معاف فرمایا بلکہ بات کرنے میں نرمی کی اور فرمایا:

"اے ابوسفیان! افسوس! کیا تم پر یہ وقت نہیں آیا کہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کہتے"۔ اُس نے کہا۔ "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کیا ہی حلیم، کیا ہی ملنے والے ہیں، کیا ہی کریم ہیں"۔ اور یہ کہہ کر ابوسفیان مشرف بہ اسلام ہوئے۔

یہ تھا آپ کے صبر، اخلاق، تحمّل اور حلم کا ایک نمونہ۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم لوگوں کی نسبت غضب سے بہت دُور رہتے تھے اور خوشی کی طرف بہت جلدی کرتے تھے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ اذیّت رساں باتوں کو سُن کر صبر کرنے والا خدا سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

لوگ کسی کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ وہ سنتا ہے، صبر کرتا ہے اور پھر وہ اُن کو عافیت سے رکھتا اور رزق دیتا ہے۔

ایک دفعہ حضور نے فرمایا کہ جتنے مصائب میں سے میں گذارا گیا ہوں کوئی نبی نہیں گذارا گیا۔

یہ یاد رہے کہ ہم اپنی تعلیم و تربیت ماں باپ، اُستاد اور رُوحانی پیرانِ طریقت سے حاصل کرتے ہیں۔ لیکن انبیائے کرام کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے شاگردانِ رشید تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفّار کی اذیّتوں پر صبر اور اُن سے اچھّی طرح علیحدہ ہونے اور پھر اُن کو کچھ تھوڑی مہلت کے لئے فرمایا اور پھر اس کا پھل آپ کو ایسا دیا کہ جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ کہاں تو نبوّت کے منصب پہ سرفراز ہونے کے بعد پہلے خفیہ تبلیغ کی اور پھر حکمِ ربّانی سے دعوتِ حق کا عام اعلان کیا اور ہر طرف سے قریش اور کفّار کی

جانب سے مصائب ٹوٹ پڑے۔ قتل کرنے کے منصوبے بنائے گئے۔ پھر مدینہ شریف اپنے چند جاں نثاروں کو لیکر ہجرت کرنا اور کہاں وہ مبارک گھڑی کہ اس آیتِ شریفہ کا نازل ہونا کہ "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے دِین اسلام کو پسند کیا۔"

اس کے بعد حج کا موقع ہے اور دُور دُور تک مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور آپ کا خطاب فرمانا جو کہ انفرادی، اجتماعی، اخلاقیات اور اصولِ شریعت کا مکمّل ضابطہ ہے۔ یہ آپ کا آخری خطبہ تھا۔

---

⑨ قیامت کی ہولناکی کا ذکر اور اُس دِن کافروں کو عذاب۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کی تصدیق۔ جھٹلانے والوں کے لئے قیامت والے دن ہولناک عذاب کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے باغی وطاغی لوگوں کے لئے جو ہدایت قبول کرنے سے کھُلم کھُلا انکار کر رہے تھے۔ قیامت کی ہولناکی کا ذکر اور اُس دن جھٹلانے والوں کے لئے دردناک عذاب کی وعید سنائی۔ کلامِ پاک میں قیامت کی ہولناکی اور دَردناک عذاب کی وعید سنائی۔ کلامِ پاک میں قیامت کی ہولناکی اور دَردناک عذاب کا ذکر کئی بار آیا ہے۔ مقصود ایک ہی ہے کہ انسان راہِ راست پر آجائے۔ اپنے گناہوں سے نادم ہو کر

توبہ کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اعلان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بیحد مہربان ہے اور اتمامِ حجّت کے بغیر وہ کسی کو عذاب بھی نہیں دیگا۔ جن قوموں کی طرف ہدایت کے لئے پیغمبر نہیں بھیجے گئے اُن پر عذاب نہیں ہوگا۔ سُورۃ "الدّہر" میں اللہ تعالیٰ نے بہت پیارے اور دلکش انداز میں انسان کو یوں خطاب کیا ہے:

"پس ہم نے بنادیا اس کو سننے والا، دیکھنے والا۔ ہم نے اسے دکھایا ہے اپنا راستہ، اب چاہے شکر گزار بنے، چاہے احسان فراموش۔ بے شک نیک لوگ پیئیں گے، ایسے جام جن میں آبِ کافور کی آمیزش ہوگی"۔

اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جھٹلا رہے تھے۔ قیامت کی ہولناکی اور اُس دِن اُن کو دردناک عذاب دینے کو بھی کھول کھول کر بیان کر دیا۔ قیامت کا ذکر مختلف سُورتوں میں مختلف ہیبت ناک انداز

میں بیان ہوا ہے ۔ مثلاً سورۃ "ق" ۔ "القیٰمۃ" ۔ "القارعۃ"
"العٰدیٰت" ۔ "الزلزال" ۔ "البیّنۃ" ۔ "البلد" اور
"الفجر" وغیرہ ۔

قیامت کے بہت سے نام ہیں ۔ اس کے بغیر تو اس
دنیا کی تخلیق بے مقصد ہو جاتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی
چیز بے مقصد پیدا نہیں کی ۔ انسان کو اشرف المخلوقات
کا شرف عطا کر کے بھیجا ۔ اس کا فرض تھا بلکہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ کی توحید کو لوگوں میں قائم و دائم کر کے دکھائے، جو
گمراہ ہیں اُن کو راہِ راست پر لا کر اپنے رب سے ملائے،
فتنہ و فساد کا قلع قمع کرے اور دنیا میں مثالی اسلامی
فلاحی معاشرہ قائم کرے ۔ روایت ہے کہ ایک لاکھ چوبیس
ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے گئے صرف بنی نوعِ انسان کو اللہ
کا پیغام پہنچانے کے لئے ۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے : "مجھے معلّم بنا کر

بھیجا گیا ہے"۔ آپ نے تبلیغِ حق کی بہت تاکید فرمائی ہے۔
ارشاد فرمایا۔ "مجھ سے پیغام سُن کر آگے پہنچاؤ۔ چاہے یہ
ایک آیت ہی ہو"۔

پھر ارشاد فرمایا۔ "خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان
ہے، تمہیں اچھائی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی سے روکتا ہے
ورنہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب بھیج دے اور
پھر تم اسے پُکارو گے اور تمہیں کوئی جواب نہیں ملے گا"۔

جب ہم کلام پاک کھولتے ہیں تو پہلے سُورۃ فاتحہ
ہے۔ اِس میں بھی قیامت کا ذکر ایک آیتِ شریفہ میں یوں
ہے "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" (روزِ جزا کا مالک)۔ جب
حضرت اسرافیل علیہ السّلام اللہ کے حکم سے پہلا صُور پھونکیں
گے تو ہر چیز نیست و نابود ہو جائے گی۔ صرف اللہ کی ذات
باقی رہ جائے گی۔ اُس دن وہ اپنے جلال میں ہوگا۔ روایت
ہے اللہ تعالیٰ خود ہی فرمائے گا: "آج کے دن کس کی

حکومت ہے ؟ " پھر خود ہی فرمائے گا " لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ "
پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا۔ ہر جاندار چیز زندہ ہو جائے گی
اور وہ ہراساں اور پریشان ہو کر قیامت کے میدان کی طرف
دوڑے گی ۔ اُس دن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی
پر دھاگے کے برابر ظلم نہ ہوگا اور جس نے ذرّہ بھر نیکی کی
وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ بھر برائی کی وہ اُس
کو دیکھ لے گا۔ اُس دن انسان کے اعمال کو ترازو میں
تولا جائے گا۔ اُس میں دنیا والوں کی طرح باٹ نہیں ہونگے
بلکہ ایک پلڑے میں نیکیاں ہوں گی اور دوسرے پلڑے
میں بُرائیاں ۔ اور پھر جن پہ حشر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب
نے اُنھیں بُری طرح پکڑ لیا اور کوئی اُنھیں چھڑا نہ سکا "
اور وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچے ۔ اس میں اللہ جلّ شانہٗ نے
بڑے دلکش انداز میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بارے
میں یہ فرما کر آپ کی رسالت کی تصدیق بھی فرمادی :

"اے اہلِ مکّہ جس طرح ہم نے فرعون کے پاس (موسیٰ علیہ السّلام کو) پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ اُسی طرح تمہارے پاس (محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم) رسول بھیجے ہیں جو تمہارے مقابلے میں گواہ ہوں گے اور اگر تم بھی ان پیغمبر کو (فرعون اور اس کی قوم کی طرح) نہ مانو گے تو اس دن سے کیونکر بچو گے؟"

کفّار نے طرح طرح کے اعتراضات مختلف موقعوں پر کیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہر اعتراض کے جامع جواب عطا فرمائے۔ یہ اعتراضات اور جوابات مختلف سُورتوں میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر سُورۃ "یٰسٓ" میں دیکھیں۔

⑩ قرآن نصیحت ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کمالِ شانِ صمدیت سے یہ ارشاد فرمایا کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ دین میں جبر نہیں۔

"یہ قرآن تو نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے پروردگار
تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرے"۔

کچھ مزید ارشاداتِ باری تعالیٰ :

—"وہ تو نصیحت ہے سارے جہان کے لئے"۔

—"تو جسے اپنے رب سے ملنے کی اُمید ہے اُسے چاہیئے
کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو
شریک نہ کرے"۔

—"جو شکر کرتا ہے وہ اپنے بھلے کو کرتا ہے اور جو ناشکری
کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا"۔

—"یہ آیتیں ہیں قرآن اور روشن کتاب کی۔ ہدایت
اور خوشخبری ایمان والوں کو۔ وہ جو نماز برپا کرتے
ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے
ہیں"۔

—"اور بے شک میرا رب فضل والا ہے آدمیوں پر

لیکن اکثر لوگ حق نہیں مانتے۔"

— "یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں ۔ بے شک ہم نے اسے عربی زبان میں اُتارا تاکہ تم سمجھو۔"

— "اللہ نے وعدہ کیا اُن سے جو اُن میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں۔"

— "اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور ظاہر کرو۔"

— "اے رسول جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو کہدیں میں اُن کے پاس ہوں اور جب کوئی دُعا مانگتا ہے تو میں دُعا کرنے والوں کی دُعا سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں۔"

— "جب بے قرار دعا کرتا ہے تو کون ہے جو اللہ کے سوا دعا کو سنتا ہو اور مصیبت کو دُور کرتا ہو۔"

— "اے ایمان والو ! اللہ کو بہت یاد کرو۔ اور صبح وشام اُس کی پاکی بولو۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اوامر و نواہی کو واضح طور پر بیان کر دیا۔ انسان کو عقل اور شعور دونوں عطا فرمائے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا۔ موت و حیات کا فلسفہ بھی بیان کر دیا کہ دیکھیں تم میں کون اچھے کام کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون بزرگ ہے اِس کے بارے میں یوں فرمایا:
"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔" (اللہ کے نزدیک اکرم وہ ہے جو تم میں سے تقویٰ میں بڑھ کر ہے)۔ پھر نیک کاموں کی جزا میں ابدالآباد تک (موت کے بعد) جنّت کے اندر خوش و خرّم زندگی بسر کرنے کی خوش خبری اور جن کی تولیں بھاری ہوں گی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنّت النّعیم میں رہیں گے۔ اور باغی اور کفّار جن کی تولیں ہلکی ہوں گی اُن کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹھکانہ جہنّم ہوگا۔

اِن کفّار کو اللہ تعالیٰ اس دن سے ڈرا رہا ہے مگر یہ اپنے کفر پر اور باپ داداؤں کے دین (بُت پرستی) پر ضد

سے اَڑے ہوئے ہیں اور قیامت کی ہولناکی اور اسکے حق ہونے کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔

اللہ تعالیٰ نے اِن کو عبرت دلانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے قصّے کی بھی یاد دلائی کہ ان کو بھی فرعون اور اس کی قوم نے کس بُری طرح جھٹلایا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور پھر اُن کا اور مشرکین کا دوزخ میں ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور دردناک عذاب، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ، اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلنے، دونوں کے بارے میں تعلیم فرمادی اور شیطان کے بارے میں باربار فرمایا: "اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔" (یہ تمہارا کھلا دشمن ہے)۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد اب بندے پر منحصر ہے کہ وہ صحیح راستہ چُنے یا گمراہی کے گڑھے میں گر جائے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے پیغام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا۔ ہدایت

اللہ کے ہاتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کی ہر دو حالت سے بے نیاز ہے۔ وہ غنیٌ حمید ہے۔ یہ اُس کی کریمی ہے۔ یہ اُس کا فضل ہے۔ اُس کا عدل ہے۔ اگر وہ تعلیم نہ فرماتا تو پھر اُن لوگوں کا کیا حشر ہوتا جو اللہ کی راہ پر صدق و اخلاص سے چلنا چاہتے تھے اور چاہتے ہیں اور جو اُس کے اطاعت گذار بندے بننا چاہتے تھے اور آج بھی بننا چاہتے ہیں۔ اُس رحمٰن و رحیم نے کلامِ پاک (جو سرچشمۂ ہدایت ہے) اور امام الانبیاءؑ وخاتم النّبیّین و رحمت للعالمین کی اُمّت ہونے کا شرف عطا کر کے کتنا بڑا اور عظیم احسان بنی نوعِ انسان پر کیا ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نسبت کا صدقہ یوں عطا فرمایا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی اُمّت کو بھی خیرُ الاُمّت سے نوازا۔

⑪ عبادات میں دوبارہ تخفیف کا حکم

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی

شب بیداری و عبادات میں خاصی کمی کا حکم پہلے فرما دیا تھا۔ اب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جاں نثاروں کے لئے بھی جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، تخفیفِ عبادات کا حکم فرمایا۔ پہلے کچھ عرصہ ان پر بھی شب بیداری اور عبادت کی فرضیّت رہی۔ اب ان پر بھی یہ خصوصی کرم فرمایا۔ اسکی وجوہات بھی ساتھ ساتھ بتلائیں۔ تخفیف میں ایک خصوصی چیز یہ بھی تھی کہ ان پر نمازِ تہجّد کی فرضیت ختم فرما دی گئی مگر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے یہ نماز تا حیات فرض رہی، آپ کے لئے چھ نمازیں فرض تھیں اور ہمارے لئے پانچ نمازیں فرض ہیں۔

(12) نماز قائم رکھنے، زکوٰۃ دینے، خدا کو قرضِ حسنہ دینے اور ان اعمالِ صالح کا آخرت میں بزرگ تر صلہ پانے کی خوش خبری

(1) نماز۔ نماز قائم کرنے کے لئے حکم فرمایا،

پڑھنے کے لئے نہیں۔ یاد رہے کہ دین کے پانچ ستون ہیں۔ نماز اس میں سے نہایت اہم ستون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلامِ پاک میں بے شمار جگہ نماز قائم کرنے کے لئے حکم فرمایا۔

حدیث شریف ہے:

"لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحضورِی الْقَلْبِ" یعنی حضوریٔ قلب کے بغیر نماز نہیں۔

پھر فرمایا۔ "جو شخص ایسی دو رکعت نماز پڑھے گا، جس میں دنیاوی وسوسے اور خطرات و خیالات حائل نہ ہوں تو خدائے تعالیٰ اُس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دے گا۔" اور ایک روایت یہ ہے کہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے طلب کرے گا وُہ اسے عطا فرمائے گا۔

حضوریٔ قلب پڑھنے میں حاصل نہیں ہوتی بلکہ قائم کرنے میں ہوتی ہے اور نماز کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مومنوں کی معراج فرمایا۔ آپ نے فرمایا:

"بندہ (مسلمان) اور کفر کے درمیان نماز کی دیوار حائل ہے۔ اور ترکِ نماز اس فرق کو دُور کر دیتا ہے"۔ نماز کے ظاہری آداب اور باطنی شرائط ہیں۔ ظاہری آداب تو فرائض، سُنّتیں و مستحبات، اور باطنی شرائط میں دل میں عاجزی ہو، ریا نہ ہو، حضوریٔ قلب ہو، دل ہمہ تن بارگاہِ الٰہی کی طرف متوجّہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی اطاعت میں مثالی دیکھنا چاہتا ہے اور یہ نماز کے رُکن کو صحیح طور پر ادا کئے بغیر نصیب نہیں ہو سکتا۔

کلامِ پاک میں اکثر جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا حکم ہے۔ اور بعض جگہ فرمایا صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔ پھر جو نماز میں غفلت برتتے ہیں اُن کیلئے سُورۃ "الماعون" میں فرمایا: "تو اُن نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز بھُولے بیٹھے ہیں"۔

اور جو حضوریٔ قلب کے بغیر اور نماز کے صحیح ارکان

ادا نہیں کرتے۔ اُن کے لئے حدیث شریف ہے: "اُن کی نمازیں معلّق رہتی ہیں اور وہ نمازیں کہتی ہیں "اے اللہ جس طرح اس (نمازی) نے ہمیں ضائع کیا ہے تو اسے ضائع کر"۔

حدیث شریف میں نماز کو جنّت کی کنجی بھی کہا گیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ لِذِکرِی" (نماز کو میری یاد کے لئے قائم رکھ)۔

وضو کے لئے فرمایا۔ "مومن کا ہتھیار وضو ہے"۔

فقرا کا قول ہے: جس قدر وضو اچھا ہوتا ہے اُسی قدر اس کی نماز اچھّی ہوتی ہے۔

نماز تمام سے تمام تر مسکینی، تضرّع (گریہ وزاری) اور ندامت ہے اور اعمال و احوال اس سے کمالیت حاصل کرتے ہیں۔ عبادات میں نماز جیسی کوئی عبادت نہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ نماز جامع جمیع عبادات ہے۔

روزہ کی حالت میں آپ کو کھانے پینے اور دوسری
چیزوں سے روکا جاتا ہے۔ نماز میں کھانے پینے کی ممانعت
کے علاوہ آپ کسی سے بول بھی نہیں سکتے۔ کوئی حرکت سوائے
اس کے جس کی نماز میں اجازت ہے، آپ نہیں کر سکتے۔ اگرچہ
زکوٰۃ سے چند حاجتمندوں اور مسکینوں کو فائدہ پہنچایا جاتا
ہے لیکن نماز میں ایک نمازی سلام پھیرنے سے پہلے یہ
الفاظ کہہ کر کہ "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ
وَلِلْمُؤْمِنَاتِ۔" (اے الٰہی! تمام مومن مردوں اور عورتوں
کی بخشش فرما)، اُمّتِ محمّدیہ کے جملہ مومنین و مومنات،
خواہ زندہ ہوں یا وفات پا گئے ہوں، سب کو ایک عظیم
فائدہ پہنچاتا ہے اور بالخصوص مرحومین اس دُعا کی بدولت
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بہت رعایت پاتے ہیں۔

حج کو لے لیں۔ زندگی میں حج صرف ایک مرتبہ فرض
ہے۔ جبکہ آپ کے لئے پانچ نمازیں فرض ہیں جو روزانہ

آپ کو ادا کرنی ہوتی ہیں۔ حج میں آپ احرام باندھ کر داخل ہوتے ہیں اور پھر حج مکمل ہونے کے بعد احرام کھولتے ہیں۔ نماز میں آپ تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہہ کر اپنے ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے ہیں اور ساری دنیا سے قطع تعلّق کر لینے کے بعد اس کے حضور پیش ہوتے ہیں اور پھر سلام پھیر کر ختم کرتے ہیں۔ حج میں مشہود کعبہ ہے۔ یہاں معاملہ دوسرا ہے۔ حدیث شریف ہے یعنی تحقیق بندہ جب نماز کی طرف کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور اپنے درمیان سے پردے اٹھا دیتا ہے۔ یہاں بے حجابانہ قرب حاصل ہوتا ہے۔ اِسی طرح جہاد کی عبادت بھی نماز میں موجود ہے۔ آپ حضوریٔ قلب حاصل کرنے کے لئے شیطان اور نفس کے ساتھ ہمہ وقت جہاد کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ آپ کی نماز خراب نہ کر دیں اور اس نفس کے جہاد کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جہادِ اکبر کہا ہے اور تلوار کے جہاد کو جہادِ اصغر کہا ہے۔ اب

آپ دیکھیں کہ جب آپ اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھتے ہیں تو سلام پھیرنے تک قرآن پاک، تسبیح و تحلیل و تحمید، درود خوانی و دُعا غرضکہ تمام عبادات کو ایک نماز کے اندر ہی ادا کرتے ہیں۔

پھر نماز میں ایک رکن "سجدہ" کو دوسرے ارکان پر فضیلت ہے۔ سجدے میں انسان کی جبیں اللہ تعالیٰ کے پائے مبارک پر ہوتی ہے اور کلامِ پاک میں ارشاد ہے "سجدہ کر اور قریب ہو"۔ جو دُعا سجدے میں کی جاتی ہے اُسکو زیادہ شرفِ قبولیت ہے۔ روزِ قیامت سجدے کی حالت میں ہی دیدارِ الٰہی سے مشرف کیا جائیگا۔ جس طرح سجدے کے رُکن کو فضیلت ہے۔ اسی طرح ایک نماز کو بھی فضیلت ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے قرآنِ حکیم میں بھی حکم ہے۔ اس کو "صلوٰۃ الوسطیٰ" کہا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "درمیانی نماز عصر کی ہے"۔ فرمایا "جس

شخص کی نمازِ عصر فوت ہو جائے اُس کی حالت ایسی ہے کہ گویا اُس کے اہل و عیال لوٹ لئے گئے"۔

نماز کے اندر قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ وغیرہ میں آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حیوان یا حشرات الارض کو کسی ایک نماز کے رُکن کی حالت میں رکھا ہوا ہے۔ مثلاً قیام ہے تو آپ کو بعض جانور ایسے ملیں گے جو قیام کی حالت میں مستقل ہیں مثلاً سیمرغ وغیرہ۔ اور گائے بھینس کو آپ رکوع کی حالت میں دیکھیں گے۔ سانپ وغیرہ کو سجدے کی حالت میں اور مینڈک کو قعدہ کی حالت میں دیکھیں گے۔

نماز میں حضوری کا کمال درجہ تو انبیاء علیہ السّلام، اُن کے صحابہ اور اولیائے کرام کو ہی اُن کے اپنے اپنے درجے کے مطابق عطا ہوتا ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم جب نماز ادا فرماتے تو اُس وقت آپ کے استغراق و کیفیات کا یہ

عالم ہوتا کہ آپ کے سینۂ اطہر سے جوش مارنے والی ہانڈی کی طرح آواز نکلتی تھی اور مدینۂ منوّرہ کی بعض جگہوں تک یہ آواز پہنچتی۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے: "نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔"

ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ران میں تیر پیوست ہوگیا جسے نکالنا مشکل ہو رہا تھا۔ کیونکہ نکالتے وقت آپ کو بہت درد ہو رہا تھا۔ چنانچہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو استغراق کا ایسا عالم تھا کہ تیر نکال لیا گیا اور آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔

نماز دین کا کتنا اہم رُکن ہے آپ اس سے اندازہ لگالیں کہ:

○ نماز آپ کو معراج شریف میں عطا ہوئی۔

○ دینِ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے نماز دوسرا رُکن ہے۔

○ سُورۃ بقرہ کے آغاز ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس عظیم المرتبت کتاب (کلام مجید) سے کن کن لوگوں کو ہدایت نصیب ہوگی اور اُن میں ایک "نماز قائم کرنے والے" بھی ہیں۔

○ سُورۃ فاتحہ کو اُمّ الکتاب بھی کہا گیا ہے۔ اس میں سات آیتیں ہیں۔ اس کو کتاب کی اصل بھی کہا گیا ہے کیونکہ سارے کلامِ پاک میں ان سات آیات کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

○ صرف نماز کو ہی یہ شرف عطا ہوا ہے کہ ہر نماز میں ہر رکعت میں سُورۃ فاتحہ پڑھی جائے۔ اس کے بغیر نماز ناقص ہے۔ یہ سُورۃ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے سبع ثانی بھی کہلاتی ہے۔

○ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر انسان اسکی اسطرح پابندی کرے جس طرح کہ حق ہے تو نہ صرف اس کو بہترین

ضبطِ نفس اور تزکیۂ قلب حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ
دوسرے ارکان پر بھی خود بخود و بغیر کسی رکاوٹ کے
عمل کرنا شروع کر دے گا اور معاشرے کا بہترین فرد
قرار پائے گا۔

○ سُورۃ "اَلْمُزَّمِّلُ" میں اتنے اہم رُکن کے لئے
بھی حکم دیا گیا ہے۔

(2) زکوٰۃ

اس سے پہلے نماز کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ
ہی زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز اور زکوٰۃ دونوں ہی اسلام
کے پانچ بنیادی ارکان میں سے نہایت ہی اہم رُکن ہیں۔
کلام پاک میں تقریباً بیس مقامات پر ان کا اکٹھے ذکر آیا
ہے جبکہ زکوٰۃ کے بارے میں کلام پاک میں تین جگہ الگ الگ
احکام بیان کئے گئے ہیں۔ نماز کے رُکن کو افضلیت حاصل

ہے کیونکہ وہ معراج شریف میں عرش پر عطا ہوئی۔ زکوٰۃ کا حکم زمین پر ہوا۔ نماز سے جسم اور باطن کی طہارت ہوتی ہے اور زکوٰۃ سے مال پاک ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس مال میں زکوٰۃ مخلوط ہو جاتی ہے یعنی زکوٰۃ اس سے نہیں نکالی جاتی بلکہ اس میں مخلوط رہنے دی جاتی ہے تو وہ مال ضائع ہو جاتا ہے"۔

"اپنے مال کی زکوٰۃ نکال کہ وہ پاک کرنے والی ہے تجھے پاک کر دے گی"۔

زکوٰۃ مال کے اُس معیّن حصّے کو کہتے ہیں جو آپ اُس پر قمری سال گذرنے پر احکامِ شرعی کے مُطابق کسی شرعی مستحق کو دیتے ہیں۔ اسلام کے اس رُکن کی اہمیت کا اندازہ اِس سے لگالیں کہ زکوٰۃ کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک (سُورۃ توبہ) میں خود فرمائی اور صاف صاف حکم دیا کہ زکوٰۃ کے کون کون لوگ مستحق ہیں۔ کوئی ابہام نہیں چھوڑا۔ مستحقین

یہ ہیں:

(1) فقراء (2) مساکین (3) عاملین

(4) مؤلفتہ القلوب (5) فی الرّقاب

(6) الغارمین (7) فی سبیل اللہ

زکوٰۃ ان اموال پر فرض ہے۔

(1) سونا چاندی پر

(2) تجارتی مال پر خواہ کسی قسم کا ہو

(3) کھیتی اور درختوں سے جو پیداوار حاصل ہو

(4) سائمہ جانور پر

اگر زکوٰۃ دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو یہ خیرات شمار ہوگی، زکوٰۃ نہیں ہوگی۔

اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ ریڑھ کی ہڈی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے قلع قمع کے لئے انفاق فی سبیل اللہ پر قرآن پاک اور احادیث میں بہت زور دیا گیا ہے۔ کوئی تنظیم

معاشی خوشحالی کے بغیر نہیں چل سکتی۔ زکوٰۃ کے وصول کرنے میں کسی قسم کی رعایت کسی سے بھی نہیں برتی گئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

- "ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کو پاک صاف کر دو۔"
- "دردناک وعید دے دو اُن کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اُنہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنّم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اُسی سے لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائیگا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا، لو اب اپنی سمٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔"

اس آیت شریف کے نزول پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور قوم کی پریشانی کا حال عرض کیا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو تم پر اسلئے فرض کیا ہے کہ تمہارے باقی اموال پاک ہو جائیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"جب تو نے اپنے مال سے زکوٰۃ نکال دی تو جو حق تجھ پر واجب تھا' وہ ادا ہو گیا۔"

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' خلیفہ اوّل ہوئے تو کچھ قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ آپ اس معاملے میں ذرّہ بھر رعایت دینے کو تیار نہ ہوئے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالات کی نزاکت بتائی اور اس پہ وقتی طور پر اصرار نہ کرنے کو کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زکوٰۃ کی ایک رسّی تک نہیں چھوڑونگا ان کے خلاف جہاد کروں گا۔

زکوٰۃ صرف مسلمانوں کا حق ہے۔ یہ کسی غیر مُسلم کو نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی کسی غیر مُسلم سے زکوٰۃ وصول کی جا سکتی ہے۔ ہاں غیر مُسلم کو صدقات خیرات وغیرہ دیئے جا سکتے ہیں۔

زکوٰۃ ہٹے کٹے تندرست کو نہیں دینی چاہیئے۔ اِس ضمن میں کچھ احادیث شریف درج ذیل ہیں :

"ایک مرتبہ دو آدمیوں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے زکوٰۃ مانگی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے نظر اُٹھا کر اُنہیں غور سے دیکھا۔ پھر فرمایا۔ اگر تم ایسا چاہتے ہو تو میں دیدونگا لیکن اس مال میں غنی اور کمانے کے قابل لوگوں کا حصّہ نہیں ہے۔"

"جس کے پاس کھانے کو ہو یا جو کمانے کی طاقت رکھتا ہو، اُس کا یہ کام نہیں ہے کہ زکوٰۃ لے۔"

"یعنی وہ (زکوٰۃ) تمہارے مال داروں سے لی جائیگی

اور تمہارے ہی فقیروں میں تقسیم کر دی جائے گی"۔

زکوٰۃ پہلی اُمتوں پہ بھی فرض تھی۔ اس کا توریت اور انجیل میں بھی ذکر ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والے یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ہم اجرِ عظیم دیں گے"۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آل زکوٰۃ نہیں لے سکتی۔ خاندانِ بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے۔

جو لوگ عامل (زکوٰۃ وصول کرنے والے) ہیں اُنکی تنخواہ زکوٰۃ سے ادا ہوگی خواہ وہ خود صاحب نصاب ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر کوئی عامل ایسا ہے جس پر زکوٰۃ شرعاً حرام ہے تو اُس کی تنخواہ کسی دوسری مد سے ادا کی جائے گی۔

غنی کو بھی زکوٰۃ دو صورتوں میں جائز ہے۔ ایک نو مسلم کو چونکہ وہ اپنے ماں باپ، بہن بھائی، رشتہ دار سب کو

چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اِس لئے اُسکے قلب کو خوش کرنے کے لئے دینا جائز ہے۔ اگر اس کو راحت نہ پہنچائی گئی اور اس کی اجنبیت باقی رہی تو خطرہ ہے کہ وہ گھبرا کر واپس اپنے دین کی طرف نہ لوٹ جائے۔ دوسرا اگر کوئی شخص غنی ہے مگر مسافرت میں ہے اور مفلس ہو گیا ہے تو وہ زکوٰۃ کا مستحق ہو جائے گا۔

خلفائے راشدین کے عہد تک زکوٰۃ کو ایک جگہ جمع کیا جاتا تھا۔ مگر بعد میں جب خلافت کی جگہ ملوکیّت آئی تو بیت المال تو ختم ہو گیا اور شاہی خزانہ آگیا۔ آجکل پاکستان میں بھی زکوٰۃ حکومت ہی لیتی ہے اور ایک جگہ اکٹھا کر کے مستحقین کو تقسیم کرتی ہے۔ مگر یہ زکوٰۃ اُن رقوم سے کاٹی جاتی ہے جو بنکوں میں جمع ہوں اور اُس میں بھی "CURRENT ACCOUNTS" سے نہیں کاٹی جاتی۔ اس طرح مقصد پُورا نہیں ہوتا۔ اگرچہ اچھی خاصی رقم ہو جاتی ہے۔ اگر

مسلمان، صاحبِ نصاب خود جتنی زکوٰۃ بنتی ہو حکومت
کو دیں تو ہمارا معاشرہ بہت جلد غربت سے پاک ہو جائیگا؛
اور اس سلسلے میں جب حکومت کا بوجھ ہلکا ہوگا تو وہ دوسری
فلاحی اسکیموں پہ توجّہ دے سکے گی تمام زکوٰۃ کی وصولی کے
بعد اُسے ایک جگہ جمع ہونا چاہیئے۔ مرکزیت ضروری ہے اس
میں انفرادیت نقصان دہ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم
بے دینی کے ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں نیکی و بدی
کی تمیز ختم ہو گئی ہے۔ دین کی سوجھ بوجھ کو تو چھوڑیئے۔ اکثریت
مغربی تہذیب کی دلدادہ ہے۔ اس صورت میں خوفِ خدا
ہی نہیں رہتا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی احکام سُنا دیں،
اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث سنا دیں کوئی اثر نہیں
ہوگا بس ایک ڈیموکریسی کا لفظ ہر طرف سُنائی دے گا اور
یہ طریقۂ حکومت مغربی ممالک کا ہے۔ جہاں انسان قانون
بناتا ہے اور قانون بھی ووٹوں سے بنائے جاتے ہیں اور اُن

میں اپنی نفسانی خواہشات کو پُورا کرنے کے لئے ترامیم بھی
کی جاتی ہیں۔ جُوا، شراب، زِنا غرضیکہ اس طرح کے فعلِ بد کو
بھی قانونی تحفّظ دیا جاتا ہے۔ حرام دولت کو بھی حلال بنایا جاتا
ہے۔ آپ نے سُنا ہوگا کہ کالا دھن سفید بنایا جا سکتا ہے کچھ
شرطوں کے ساتھ۔ کیونکہ سرچشمۂ طاقت انسان کو سمجھا جاتا
ہے۔ تمام مسلمانوں کا سرچشمۂ طاقت تو صرف اللہ جلّ شانہ،
ہی ہے اور انسان کے لئے اُس کا قانون اٹل ہے اور انسان
خلیفۃُ الارض کی حیثیت سے اس کے قانون پہ دیانتداری
سے عمل درآمد کرنے کا پابند ہے۔ اس میں کوئی انسان
ترمیم نہیں کر سکتا۔

اگر آپ غور سے سوچیں گے تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں
گے کہ اگر ہمارے کروڑ پتی، ارب پتی پاکستانی صرف زکوٰۃ ہی
پوری پوری دے دیں تو ہماری معاشی حالت بہت تھوڑے
عرصے میں قابلِ رشک ہو جائے گی اور ہمیں قرضوں وغیرہ

کی بھیک نہیں مانگنی پڑے گی۔

عزیزانِ من! یہ اس قدر مواد اس وجہ سے دیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے کلامِ پاک کو ٹھیک طرح سے سمجھا جائے اور اُن پر عمل کرنے کا آپ میں جذبہ پیدا ہو۔ کچھ مواد ہوگا تو عقل کو دعوتِ فکر و عمل نصیب ہوگی ورنہ آپ میں سے جو شک و شبہ کا شکار ہو' اُسے فرفر پڑھنے یا چند سطور تفاسیر کے پڑھنے سے کیا فائدہ ملے گا۔

(3) قرضِ حسنہ اور آخرت میں اُس کے اجرِ عظیم کی بشارت

اِس سے پہلے زکوٰۃ کا حکم فرمایا تھا۔ زکوٰۃ کا دینا ہر صاحبِ نصاب پر فرض ہے۔ ہر مال کا نصاب اور دوسرے متعلقہ قاعدے قانون بھی مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اب قرضِ حسنہ کے لئے یوں فرمایا ہے:

"اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اُسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے۔"

بنی نوعِ انسان اور بالخصوص مومنین کے لئے اسلام ہر طرح ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں قیامت تک کسی ردّو بدل کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ سلسلۂ نبوّت حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ختم فرما دیا گیا ہے۔ اس میں تجارت، عدالت، معاشرت، معیشت، اخلاقیات وغیرہ سبھی کچھ آگئے ہیں۔ غرضیکہ انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں رہنمائی نہ کی گئی ہو۔

کسی قوم یا تنظیم کی اگر معاشی حالت کمزور ہو تو اُس کی بقا ہمیشہ خطرے میں رہتی ہے۔ وہ قوم یا تنظیم دوسروں کے رحم و کرم پر رہتی ہے۔ آج دنیا کے نبّے فیصد ممالک اِس بات کے منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اب وہ ایک ایسے مقام پر

آگئے ہیں کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہی نہیں ہو سکتے۔ اسلام
کے اندر انفاق فی سبیل اللہ کے لئے نفلی صدقات پر بہت
زور دیا گیا ہے۔ میرا یہ ایمان و ایقان ہے کہ زکوٰۃ سے لیکر
دوسرے تمام صدقات اگر ہم تمام لوگ ادا کرنا شروع کر دیں
تو دوسرے ممالک کی امداد تو کیا ہمیں اپنے ملک میں کوئی
صدقہ لینے والا نہیں ملے گا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز (جن
کے عہد کو خلفائے راشدین سے مماثلث دی جاتی ہے اور
اسی وجہ سے آپ کو خلیفہ خمس بھی کہا جاتا ہے) ڈھائی سال
تک خلافت پر متمکن رہے۔ آپ کے عہد میں خوشحالی کا یہ
حال ہو گیا تھا کہ لوگ صدقات لئے لئے پھرتے تھے اور انہیں
کوئی لینے والا نہیں ملتا تھا۔

اسلام میں زکوٰۃ کو تو فرض کیا گیا ہے مگر دوسرے
انفاق فی سبیل اللہ کے صدقات کو نفلی قرار دیا گیا ہے انکی
نہ صرف اہمیت بیان کی بلکہ آخرت میں بڑے اجر و ثواب

کی بشارت بھی دی گئی۔ اب ان کا دینا نہ دینا بندے پر چھوڑ دیا کیونکہ یہ نفلی صدقات ہیں۔ کچھ ارشاداتِ باری تعالیٰ اِس سلسلے میں درجِ ذیل ہیں:

— "کون ہے جو اللہ کو قرض دے۔ اچھا قرض۔ تو وہ اس کے لیئے دو گنا کر دے اور اس کو عزّت کا ثواب ہے"۔

— "ہے کوئی جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے تو اللہ اُسے کئی گُنا بڑھا چڑھا کر واپس کر دے"۔

— "اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کہ راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے کے معنی ہلاکت اور بربادی کے ہیں"۔

— "جو پاک مال تم نے کمائے ہیں اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہے۔ اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرو"۔

— "پوچھتے ہیں ہم کیا خرچ کریں؟ اے نبی کہدو کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔"

— "اگر قرض دار تنگ دست ہو تو اُسے خوشحال ہونے تک مہلت دو اور صدقہ کر دینا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے، اگر تم اس کا فائدہ جانو۔"

— "اگر کھُلے طریقے سے خیرات کرو تو یہ بھی اچھا ہے لیکن اگر چھُپا کر غریب لوگوں کو دو تو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اس سے تمہارے گناہ دُھلتے ہیں۔"

— "نہ تو اپنا ہاتھ اتنا سکیڑ لو کہ گویا گردن سے بندھا ہوا ہے اور نہ اتنا کھول دو کہ حسرت زدہ بیٹھے رہو اور لوگ بھی تم کو ملامت کریں۔"

— "اور دُنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کوُدا اور بے شک پچھلا گھر بھلا، اُن کے لئے جو ڈرتے ہیں۔"

— "اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب

فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے"۔

—"اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں"۔

اب اس سلسلے میں کچھ احادیثِ نبوی درج ذیل ہیں:

—"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ اے بیٹے آدم کے، مال کو تیرا خرچ کرنا جو تیری حاجت سے زیادہ ہو، تیرے لئے بہتر ہے اور مال کو روکنا تیرے لئے بُرا ہے اور نہیں ملامت کیا جائے گا تُو بقدرِ ضرورت مال اپنے قبضے میں رکھنے پر اور خرچ کر تُو سب سے پہلے اپنے عیال پر"۔

—"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ نہیں ہے کوئی ایسا دن کہ جس میں صبح کے وقت دو فرشتے نہ اُترتے ہوں جن میں سے ایک تو یہ کہتا رہتا ہے کہ اے اللہ

خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے یعنی جو شخص مصرفِ خیر میں یا مناسب موقع پر خرچ کرتا ہے اُس کو اُس سے زیادہ دے اور دوسرا یہ کہتا رہتا ہے کہ اے اللہ بخیل کے مال کو تلف کر دے۔"

— "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن میں دو باتیں جمع نہیں ہوتیں یعنی بُخل اور بدخلقی۔"

— "فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنّت میں مکّار اور بخیل داخل نہ ہوگا اور نہ وہ شخص جو خیرات دے کر احسان جتائے۔"

— "فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جلدی کرو خیرات وصدقات دینے میں (یعنی مرنے سے پہلے صدقہ وخیرات کرو) اس لئے کہ صدقہ سے بَلا نہیں بڑھتی۔"

— "فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابتدا کر تُو

صدقہ کی اُن لوگوں سے جن کا نان نفقہ تجھ پر واجب ہے۔"

—" فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ خیرات دینا مسکین کو ایک ہی صدقہ ہے یعنی ایک ہی ثواب ہے اور قرابت دار کو صدقہ دینا صدقہ بھی ہے اور سلوک بھی۔ یعنی اس صدقہ کا دُوہرا ثواب ملتا ہے۔"

—" صدقہ دیا کرو، صدقہ جہنّم سے نجات دلاتا ہے۔"

—" صدقہ دو تاکہ اللہ کی رحمتیں اور نعمتیں تم پر نازل ہوں۔"

—" صدقہ اللہ کے غصّے کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت کو دُور رکھتا ہے۔"

—" ہر ایک نیک کام صدقہ ہے۔"

—" خُدا احسان کرتا ہے لہٰذا تم بھی احسان کیا کرو۔"

—" خیرات مت روکو تم سے رزق روک لیا جائے گا۔"

انفاق فی سبیل اللہ کی ایک نہایت ہی عمدہ مثال ایک حدیث شریف میں ہے جو درجِ ذیل ہے :

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ایک شخص جنگل میں کھڑا ہوا تھا کہ ابر میں سے اُس نے یہ آواز سُنی فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر۔ پھر وہ ابر ایک جانب کو بڑھا اور ایک پتھریلی زمین پر پانی برسایا اور وہ پانی چھوٹی چھوٹی نالیوں سے ایک بڑے نالے میں جمع ہو کر آگے بڑھا۔ یہ سب منظر وہ شخص دیکھ رہا تھا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ پانی کہاں جاتا ہے۔ وہ پانی کے ساتھ چل پڑا۔ اچانک ایک آدمی کو اس نے دیکھا۔ وہ بیلچہ سے اُس پانی کو اِدھر اُدھر اپنے باغ میں پھیلا رہا تھا۔ اُس نے دریافت کیا۔ اے خدا کے بندے تیرا نام کیا ہے۔ اُس نے کہا۔ میرا نام یہ ہے۔ یہ نام وہی تھا جو اُس نے ابر میں سُنا تھا۔ پھر اُس (باغ والے شخص) نے پوچھا۔ اے خُدا کے

بندے تو نے میرا نام کیوں معلوم کیا۔ اُس نے کہا میں نے ابر میں جس کا یہ پانی ہے آواز سُنی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر یعنی تیرا نام لیا۔ پس بتلا کہ تو اپنے باغ میں کونسا نیکی کا کام کرتا ہے۔ اُس نے کہا جب تو نے یہ یہ پوچھا ہے تو میں بتلاتا ہوں کہ جو کچھ میرے باغ میں پیدا ہوتا ہے اس کا تہائی تو میں خیرات کرتا ہوں اور تہائی اپنے اور اپنے بال بچّوں پر خرچ کرتا ہوں اور تہائی (اس) باغ میں لگا دیتا ہوں۔

صدقہ وخیرات دینے والوں کو ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہیئے :

(1) جو اُس کی ضرورت سے زیادہ ہو وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

(2) خیرات پہلے اپنے قرابت دار جو مستحقین ہیں اُن

سے شروع کرے۔

(3) بیواؤں اور یتیموں کو خاص ترجیح دے اور سب سے زیادہ ترجیح اُن لوگوں کو دے جو اذیّتِ سوال اپنی غیرت و حمیّت کی وجہ سے نہیں کر سکتے۔ اُن کو تلاش کرنا ہوگا۔ وہ خود نہیں آئیں گے۔

(4) زکوٰۃ اور نفلی صدقہ و خیرات کرتے وقت نہایت حُسنِ اخلاق اور عاجزی سے کام لے۔ لینے والے کی عزّتِ نفس کو کسی طرح ٹھیس نہیں پہنچنا چاہیئے۔ نام و نمود کے لئے اور اذیّت دے کر خیرات کرنے سے ثواب ختم ہوجائے گا اور اُلٹا عذاب گلے میں ہوگا۔

(5) اگر معلوم ہو کہ سائل بدکار ہے اور وہ یہ رقم گناہ کے کاموں میں صرف کرے گا تو اُسے خیرات ہرگز نہیں دینی چاہیئے۔ اُس سے نرمی سے معذرت کرلینی چاہیئے۔

صَدقہ وخیرات لینے والوں کو ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہیئے:

(1) اگر وہ تندرست اور اپنے ہاتھ سے محنت کرنے کے قابل ہے تو اُس کو صدقہ ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیئے۔

(2) سائل اُس قدر مانگے جتنی اس کو ضرورت ہو یا اس سے ذرا زیادہ۔ اگر اس کی ضرورت سے زیادہ دیا جائے تو مطلوبہ رقم رکھ کر باقی شکریہ اور معذرت سے واپس کر دے۔

(3) سائل کو مانگتے وقت صاحبِ نصاب کو تنگ نہیں کرنا چاہیئے اور جتنا وہ دے اس سے زیادہ طلب نہ کرے اور نہ ہی اپنے مطالبے کو پورا کرنے کے لئے اس کے پیچھے پڑنا چاہیئے۔ سوال کرنا انتہائی معیوب ہے اور انسان کی بدقسمتی کا باعث ہے۔

اللہ جلّ شانہ‘ نے انفاق فی سبیل اللہ کے لئے
قرآنِ کریم میں کئی جگہ ارشاد فرمایا اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم
نے بھی اس کی فضیلت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر
زور دیا ہے کہ انفاق صحیح طرح سے ہو۔ اس کا صحیح مَصرف
ہی معاشرے کی خوشحالی کا باعث بن سکتا ہے اور بغیر تحقیق
معاشرے کے بدقماش افراد کو دینے سے معاشرہ برائیوں
کا شکار ہو جائے گا۔ معاشرے کے عموماً تین طبقات ہوتے
ہیں۔ پہلا امراء و رؤسا کا طبقہ‘ دوسرا متوسط الحال طبقہ
(اس طبقہ میں اکثر صاحبِ نصاب بھی ہوتے ہیں) اور
تیسرا عوامی طبقہ جس کا گذارا مشکل سے ہوتا ہے۔ جن کو
اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کی توفیق دی ہوئی ہو
اُن کے لئے یہ جاننا بھی لازمی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ
علیہ وسلّم نے اس کے صحیح مَصرف کے لئے کیا ارشاد فرمایا ہے
اس سلسلے میں چند احادیث درجِ ذیل ہیں:

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ سوال کرنا صرف تین آدمیوں کو جائز ہے:

(1) اُس کو جو قرضہ کا ضامن ہو۔ اُس کو صرف اس قدر مانگنا جائز ہے کہ وہ اس سے قرض ادا کردے اور اس کے بعد پھر نہ مانگے۔

(2) اُس شخص کو جو کسی آفت یا مُصیبت میں مبتلا ہو جائے (مثلاً قحط یا اضاعتِ مال) اُس کو صِرف اس قدر مانگنا جائز ہے جس سے اُسکی ضرورت پوری ہو جائے یا اُس کی زندگی کو قائم رکھے۔

(3) اُس شخص کو جس کو کوئی مُصیبت پیش آئے مثلاً فاقہ اور محلّہ کے تین آدمی اس اَمر کی شہادت دیں کہ وہ فاقہ سے ہے اُس کو بھی مانگنا جائز ہے۔ صِرف اس قدر کہ وہ زندگی کو قائم رکھ سکے۔

اگر کوئی شخص اِن تین صورتوں کے سوا سوال کریگا

تو یہ سوال حرام ہوگا اور وہ مال حرام کھائے گا۔

—فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص لوگوں سے اس لئے سوال کرے کہ اِن سے مال لیکر اپنا مال بڑھائے وہ گویا آگ کا انگارہ مانگتا ہے اب اُس کو اختیار ہے وہ بہت مانگے یا کم مانگے۔

—فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جبکہ آپ ممبر پر تشریف فرما تھے اور صدقہ اور سوال سے باز رہنے کا ذکر فرما رہے تھے کہ اُوپر کا ہاتھ خرچ کرنے اور دینے والا ہاتھ ہے اور نیچے کا ہاتھ سائل کا ہاتھ ہے۔

ایک ایمان افروز واقعہ

انصار میں سے ایک شخص نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں سوال کرتا ہوا آیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اُس سے پوچھا کیا تیرے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اُس نے

عرض کیا۔ ایک موٹی کملی ہے جس کا ایک حصّہ بچھا لیتا ہوں اور ایک حصّہ اوڑھ لیتا ہوں، اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اِن دونوں چیزوں کو لے آؤ۔ وہ شخص دونوں چیزوں کو لے آیا۔ آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں لیکر فرمایا۔ اِن کو کون خریدتا ہے۔ ایک شخص نے کہا۔ اِن کو میں ایک درہم قیمت پر خریدتا ہوں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا۔ ایک درہم سے زیادہ کون دام لگاتا ہے۔ ایک شخص نے دو درہم قیمت لگائی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دونوں چیزیں اُس کو دے دیں۔ اور اُس سے دو درہم لیکر انصاری کو دے دیئے۔ پھر اُس سے فرمایا۔ اِن میں سے ایک درہم کا سامانِ خورد و نوش خرید اور اپنے گھر والوں کے پاس پہنچا اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آ۔ چنانچہ وہ کلہاڑی خرید لایا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اِس کلہاڑی میں

اپنے ہاتھ سے لکڑی کا دستہ ڈالا۔ پھر اس کو کلہاڑی دے کر فرمایا۔ جاؤ اور لکڑیاں جمع کر کے بیچو اور اب پندرہ دن تک میں تجھ کو نہ دیکھوں۔ وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں لا لا کر بیچنے لگا پھر ایک دن وہ شخص آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت اس کے پاس دس درہم تھے۔ اُس نے اِس رقم سے کچھ تو کپڑا خریدا اور کچھ کھانے کی چیزیں پھر اس سے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"یہ تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ تُو مانگتا پھرے اور قیامت کے دن تیرے چہرے پر سوال کا داغ ہو"

فراسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا کہ یا رسُول اللہ کیا سوال کروں میں یا (لوگوں سے)۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا نہیں، لیکن اگر ضروری ہو تو نیک لوگوں سے مانگ۔

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسُول اللہ صلّی اللہ

علیہ وسلّم نے مجھ کو طلب فرمایا اور مجھ سے اس کا عہد لیا کہ تُو لوگوں سے (کبھی) کوئی چیز نہیں مانگے گا۔ چنانچہ میں نے اِس کا اقرار کیا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا۔ یہاں تک کہ اگر تیرا چابک بھی گرجائے تو کسی سے نہ مانگ بلکہ سواری سے اُتر اور خود اُٹھا۔

آج ہمارا ملک اربوں ڈالر کے قرضوں تلے دبا ہوا ہے، پھر ان قرضوں پر سود مرکّب! ..... اور سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ ہم عالمی مالیاتی اداروں اور مختلف ممالک کی حکومتوں سے مزید قرض لے رہے ہیں تاکہ اپنی ترقّیاتی اسکیمیں جاری رکھ سکیں۔ اگر زکوٰۃ اور دوسری طرح کے انفاق فی سبیل اللہ کے احکام پر دل وجان سے عمل کیا جائے تو بفضلِ تعالیٰ بہت جلد یہاں کوئی خیرات لینے والا نظر نہیں آئے گا۔ اسلام روئے زمین پر ایک مثالی معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد

دونوں پر پُورا پُورا زور دیتا ہے۔ قومیں افراد سے بنتی ہیں اور ہر فرد اچھے کردار کا حامل ہو جب ہی اِن دونوں حقوق کو ادا کر سکتا ہے۔

ہمارے ملک میں غذا کی بھی ہر سال قلّت ہوتی ہے اور یہ قلّت پُوری کرنے کے لئے ہمیں باہر سے مختلف اشیائے خوردنی منگوانی پڑتی ہیں۔ اگر ہم سنّتِ نبوی پر عمل کریں اور بھوک سے کم کھائیں اور اگر ایک وقت میں آدھی روٹی کی بھوک رکھی جائے تو دونوں وقت میں ایک فرد ایک روٹی بچا سکتا ہے یعنی ایک دن میں دس کروڑ روٹیوں کی بچت ہوگی۔ اسی طرح چینی، دُودھ اور دوسری اشیائے خوردنی میں بھی یہ فارمولا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

حرام چیزوں میں سُود اتنی بُری چیز ہے کہ یہ سُود خور کے اندر غیرت و حیا ختم کر دیتا ہے۔ جو افراد یا قومیں سُود کھاتی ہیں اُن کے جسموں میں سُود ایک خاص قسم کی

سُستی اور ذہن میں پستی پیدا کر دیتا ہے۔ ذرا سی محنت کرنے سے بھی اُن کا دل گھبراتا ہے۔ آج ساری مغربی معیشت سُود، جوئے، شراب کی فروخت، رقص اور زنا وغیرہ جیسی حرام چیزوں پر مبنی ہے۔ آج دنیا کا جو حال ہے وہ سامنے ہے۔ مادیّت کہاں تک پہنچ گئی ہے کہ خُدا کے وجود سے انکار کیا جا رہا ہے۔ یہی مادیّت کی آخری حد ہے۔

ہمارے مذہب میں تو سُود خور، سُود دینے والے اور سُود کا کاغذ تک لکھنے والے پر اور صدقہ سے منع کرنے والے پر رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے لعنت بھیجی ہے۔ پاکستان کی گیارہ کروڑ کی آبادی ہے۔ سب کی روزی میں سُود کی آمیزش کسی نہ کسی حد تک ہے۔ یہ حرام بھی کھا رہے ہیں، امیر، کبیر، حاکم، محکوم، عالِم، پیر کوئی بھی نہیں بچا۔ جلسے جلوس ہوتے ہیں۔ نعرے لگتے ہیں مگر کوئی عوام سے اپیل نہیں کرتا کہ من حیث القوم اپنی آمدنی سے ایک معمولی سی رقم

ہر ماہ نکالیں اور حکومت کو مجبور کریں کہ اس رقم سے قرضہ جات کی ادائیگی شروع کریں۔ اس مد سے سال میں آسانی سے ایک ارب یا ۲ دو ارب جمع ہو جائیں گے اور اللہ کے فضل سے ہم نہیں تو ہماری نسلیں تو اِس لعنت سے ضرور نجات پا جائیں گی۔

انفاق فی سبیل اللہ کے لیے پیارے اور آسان طریقے ہیں کہ غربت باقی رہ ہی نہیں سکتی مثلاً میں جس محلّے میں رہتا ہوں اگر میرا پڑوسی بھُوکا سوئے اور میں پیٹ بھر کر سوؤں تو میں جنّت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب میں اِس پر عمل کرتے ہوئے اپنے پڑوسی کا خیال رکھوں گا اور اِسی طرح تمام محلّے والے اپنے اپنے پڑوسی کا خیال رکھیں گے تو ہمارے محلّے میں غریب کہاں سے آئے گا۔ اسی طرح اگر ہر محلّے میں یہ عمل کیا جائے گا تو پُورے شہر میں کوئی غریب نہیں ہو گا۔ اب اگر دوسرے شہروں میں بھی اسی طرح عمل

کیا جائے گا تو مفلسی کہاں رہے گی۔ پاکستان اِن شہروں کے مجموعے کا نام ہے اور حکومت جو فنڈز اِن پر خرچ کرتی ہے وہ کسی اور بہتر طریقے پر خرچ کرے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ایک ایک حکم اور حدیث شریف کا ایک ایک حکم ایسا ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو اُس کے ایسے مفید نتائج برآمد ہوں گے کہ دنیا کے بڑے بڑے ملکوں کے آئین بھی وہ نتائج پیدا نہیں کر سکتے۔

ہمارے ہاں مہمان کے لئے پہلے دن اپنی وسعت سے زیادہ کھانا پکانے کے لئے فرمایا گیا اور دوسرے تیسرے دن معمول کے مطابق اور اگر تین دن کے بعد مہمان کو کھلائے تو یہ صدقہ ہوگا اور اگر اس کے علاوہ میزبان نہ کھلائے تو اس پر واجب نہیں ہے۔ اِسی ایک مَد میں کتنی بحث ہو سکتی ہے اور گھروں کی زندگی میں کتنی قسم کی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی اور خواہ مخواہ کے قرض فضول مہمانداری

کے لئے نہ لینا پڑیں گے۔ اِس مصیبت سے شاید ہی کوئی گھر بچا ہو۔ امیروں کے لئے تو یہ ایک شغل ہے لیکن غریبوں کے لئے مصیبت۔

اگر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبّت اور عاقبت بخیر کی فکر ہوگی تو بہانے ڈھونڈ ڈھونڈ کر صدقات وخیرات دیگا۔ بیماری کے دوران صحت کے لئے صدقہ، بیماری سے صحتیاب ہونے کے بعد شکرانے کا صدقہ، کسی مُصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے صدقہ، اگر کوئی خوشحالی یا نفع حاصل ہوا تو اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حصّہ نکال کر صدقہ دینا، اپنا کوئی دوست یا عزیز رشتہ دار مُصیبت میں ہے تو اُس کے لئے صدقہ دینا تاکہ اس کی مُصیبت دُور ہو۔ سفر پر جانے سے پہلے صدقہ، منزل پر خیریت سے پہنچنے پر صدقہ اور واپسی سفر سے پہلے صدقہ اور گھر والوں میں پہنچ کر صدقہ۔ اگر اس بارے میں تفصیل سے

لکھا جائے تو کئی صفحات درکار ہوں گے۔

ہم انفاق فی سبیل اللہ کی نعمت سے دُور ہو گئے ہیں ہمارے دل دولت کی حرص میں گرفتار ہیں۔ یہ صدقات وخیرات تو نفلی ہیں۔ صاحب نصاب لوگ ایسے بھی ہیں جو قربانی، زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور عقیقہ وغیرہ کو نہیں مانتے۔ مغرب کی طرح اب یہ لوگ بھی کہتے ہیں کہ مذہب صرف بندے اور خدا کے درمیان ہے اور یہ بندے کا ذاتی معاملہ ہے۔ اسکا سیاست، معیشت وغیرہ سے کوئی تعلّق نہیں۔ عوام میں ناخواندگی کی وجہ سے شعور نہیں اور نہ ہی برسرِ اقتدار طبقہ اور سیاستدان ان میں یہ شعور پیدا ہونے دیتا ہے تاکہ وہ بُرے اور غلط اقدامات سمجھ نہ سکیں اور انہیں ٹوک نہ سکیں۔ عالِم، پیر وغیرہ جن سے توقعات تھیں وہ نعرہ تو شریعت کا لگاتے ہیں مگر وہ خود یا تو سیاست میں پُورا پُورا حصّہ لینے کی وجہ سے اسمبلیوں کے ممبر بنے ہوتے ہیں اور بعض خود وزیر ہوتے ہیں اور بعض

پیروں کے تو سارے بیٹے بیک وقت وزیر ہوتے ہیں اور بعض کے ایک دو۔ کرپشن اتنی بڑھ گئی ہے کہ اس کو روکنے کے لئے جس کو لگایا جاتا ہے وہ بھی اس کا شکار ہو جاتا ہے۔ 70 فیصد لوگوں کی معاشی حالت نہایت خراب ہے۔ روٹی، کپڑا، مکان، دوکان، صحت و تعلیم اور روزگار کے نعرے' جو اقتدار میں آتا ہے' لگا کر چلا جاتا ہے مگر عوام کو پھر بھی ہوش نہیں آتا اور دباؤ میں آکر غلط لوگوں کو ووٹ دیدیتے ہیں؛ اور 42 برس سے یہی حال ہے۔ جس مذہب کا ہر حکم فلاح و بہبود' خوشحالی اور خوفِ خدا عطا کرتا ہو اور انسان کو صحیح معنوں میں بلندیوں پر پہنچائے۔ اس پر عمل نہ کریں تو اس کا علاج کیا ہے ـــــ ذلّت ہی ذلّت۔

عزیزانِ من! یہ اتنا مواد اس لئے دیا گیا ہے کہ آپ اس پر غور کریں کہ ہمارے سارے دکھوں کا مداوا موجود ہے۔ ہمیں کسی غیر ملک یا قوم سے بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں۔

آپ نوجوان ہیں۔ اب ساری اُمیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔ خالی ہُوحق کے نعرے مارنے اور عمل کی دُنیا سے فرار حاصل کرنے کا وقت نہیں۔ ساری دُنیا کی اقوام عیسائی، یہودی، کمیونسٹ، ہندو، بُدھ وغیرہ سب مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں اور ان کے خون کے پیاسے ہیں، سب مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور امریکہ تو مسلمانوں کی دشمنی میں اتنا اندھا ہوگیا ہے کہ تمام یورپی اقوام کو بھی اپنے ساتھ مِلا لیا ہے۔ اِدھر پاکستان کا یہ حال ہے کہ آج تک پتہ ہی نہیں چلا کہ اس مُلک کا مالک کون ہے۔ اِس کو اللہ تعالیٰ ہی چلا رہا ہے۔ دوسرے مُسلم ممالک تو ایک دوسرے کے ساتھ مِل بیٹھنے کو بھی تیار نہیں۔ دولت اور وسائل سب موجود ہیں۔ مسلمان دنیا کی آبادی کے چوتھائی حصّے کے قریب ہیں۔

استغفار کا حکم

اِس سے پہلے قرضِ حسنہ دینے کے بارے میں فرمایا تھا اب سُورۃ مُزّمّل میں استغفار کے حکم کو کریمانہ انداز میں بیان فرماکر اس سُورۃ کا یوں اختتام فرمایا ہے: "اللہ سے بخشش مانگو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

عبادات میں توبہ کا نہایت اہم مقام ہے۔ ابوالبشر سیّدنا آدم علیہ السلام صفی اللہ شیطان کے دھوکے میں آگئے اور اُن سے لغزش سرزد ہوئی اور اُن کو زمین پر اُترنے کا حکم ہوا۔ یوں اِس دُنیا کا کھیل شروع ہوا۔ آپ کو بے حد صدمہ تھا۔ روایت ہے کہ آپ نے بیقراری و پریشانی کی حالت میں عرض کیا کہ میرا دشمن بہت سخت ہے اور میں اپنے آپ کو اس کے مقابلے میں کمزور پاتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اس کا تم پر اور تمہاری اولاد پر کوئی زور نہیں چل سکتا

جب میں اپنی پناہ عطا کروں گا۔ شیطان بے بس ہو کر رہ جائے گا۔ عرض کی میری تعلیم فرما دیجیے۔ میں ٹھیک طرح سمجھ جاؤں۔ آواز آئی۔ میں نے تمہاری اولاد پر توبہ فرض کر دی۔ جب وہ توبہ کریں گے تو میں اُن کی توبہ قبول کرونگا۔

توبہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں کئی جگہ فرمایا ہے اور اس بارے میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نہایت واضح احادیث بھی ہیں۔ ایک توبہ تو نصوحی ہے یعنی ایسی توبہ کہ اس کے بعد گناہ کا خیال تک دل میں نہ آنے دے اور ایک توبہ یہ ہے کہ توبہ کرتا جائے اور توڑتا جائے یعنی ؎

توبہ کی اور پھر توبہ کی توبہ پہ توبہ توڑ دی
اِس میری توبہ پہ توبہ، توبہ توبہ کر اُٹھی

جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سے بیزار ہے۔

چند ارشاداتِ باری تعالیٰ درجِ ذیل ہیں:

__ "اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔ بے شک اللہ توبہ کرنے والے کو پسند کرتا ہے"۔

__ "اور جو کوئی بُرائی یا اپنی جان پر ظُلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا"۔

__ "تو جو اپنے ظُلم کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ اپنی مہر سے اس پر رجوع فرمائے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

__ "تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اُس سے بخشش مانگتے' اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

__ "پھر سیکھ لئے آدم (علیہ السّلام) نے اپنے رَب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اُس کی توبہ قبول کی۔ بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا"۔

— "بے شک وہ جو ایمان لا کر کافر ہوئے اور پھر کفر میں پڑے، اُن کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی"۔

— "وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ اُن ہی کی ہے جو نادانی سے بُرائی کر بیٹھے پھر تھوڑی دیر میں توبہ کرے۔ ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے"۔

— "تم میں سے جو نادانی سے کچھ بُرائی کر بیٹھے۔ پھر اُس کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

— "اور اپنے رب سے معافی چاہو پھر اُس کی طرف رجوع لاؤ۔ بے شک میرا رب مہربان محبّت والا ہے"۔

— "ہاں جو کوئی زیادتی کرے پھر بُرائی کے بعد بھلائی سے بدلے تو بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

— "اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو"۔

— "مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں تو میں اُن کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی ہوں توبہ قبول کرنے والا مہربان"۔

— "مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور آپا سنبھالا تو ضرور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

— "اور تم میں جو مرد اور عورت ایسا کام کرے، اُن کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نیک ہو جائیں تو اُنکا پیچھا چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے"۔

— "مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہ لوگ جنّت میں جائیں گے اور اُنہیں کچھ

نقصان نہیں دیا جائے گا۔"

—"اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اُسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا، اچھا کام کیا۔ پھر ہدایت پر رہا۔"

—"مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور سنور جائیں۔ تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

—"مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے، تو ایسوں کی بُرائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دیگا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہیئے تھی۔"

—"ہاں جو کوئی زیادتی کرے اور پھر بُرائی کے بدلے بھلائی سے بدلے تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔"

—"تو وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا، قریب ہے کہ وہ راہ یاب ہو۔"

—"تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور

اُس سے بخشش چاہو۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

اور اب چند احادیث شریف درج ذیل ہیں :

● فرمایا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے " لوگو! توبہ کرو خُدا سے میں توبہ کرتا ہوں، خدا کی طرف دن میں سو مرتبہ!"

● " خداوند تعالیٰ دراز کرتا ہے ہاتھ اپنا رات کو تاکہ توبہ کرے گناہ کرنے والا دن کا اور پھیلاتا ہے ہاتھ اپنا دن کو تاکہ توبہ کرے گناہ کرنے والا رات کو (اور وہ اس توبہ کو قبول کرے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا)، جب تک کہ نہ نکلے آفتاب مغرب کی جانب سے یعنی قیامت تک (جب قیامت برپا ہوگی تو سورج مغرب سے نکلے گا)۔

● " فرمایا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ بندہ جب اقرار کرتا ہے اپنے گناہ کا اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔"

● فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ "جب کوئی بندہ خدا سے توبہ کرتا ہے تو وہ اپنے بندے کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے"۔

● فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ "اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے آدم (علیہ السّلام) کے بیٹے جب تک تو مجھ سے دُعا کرتا رہے گا اور مجھ سے اُمّید رکھے گا (یعنی مجھ سے مانگتا رہے گا اور بخشش کی اُمّید رکھے گا) میں بخشوں گا تجھ کو خواہ تُو نے کتنا ہی بُرا کام کیا ہو اور مجھ کو اِس کی پرواہ نہیں ہے (یعنی تیرا بخشنا میرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں)"۔

● فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اس بات کو جان لیا کہ میں گناہوں کے بخشنے کی پُوری قدرت رکھتا ہوں تو میں اُس کو بخش دونگا جب تک کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے"۔

● فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ جو شخص استغفار

کو اپنے اُوپر لازم قرار دے دے تو اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ اُس کے لئے پیدا فرما دیتا ہے اور ہر رنج و غم سے نجات دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق بہم پہنچاتا ہے جہاں سے اُس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔"

● فرمایا رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے "ہر انسان خطا کار ہے (یعنی ہر شخص گناہ کرتا ہے) اور بہترین گناہگار یا خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔"

● فرمایا رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے "خداوندِ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے۔ بندے کی اُس وقت تک جب تک کہ غرّہ نہیں لگتا یعنی جب تک کہ موت کا گھرا نہیں لگتا۔"

● فرمایا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ "اللہ تعالیٰ جنّت میں اپنے نیک بندے کا درجہ بلند فرماتا ہے تو وہ بندہ پوچھتا ہے اے پروردگار مجھ کو یہ درجہ کیونکر ملا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تیرے بیٹے کے استغفار کی بدولت۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک شخص نے یہ کہا کہ قسم ہے خدا کی فلاں شخص کو خدا نہیں بخشے گا اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ کون ہے جو مجھ پر قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں فلاں آدمی کو نہیں بخشوں گا پس میں نے بخش دیا فلاں شخص کو اور ضائع کیا تیرے عمل کو۔"

دو ۲ ایمان افروز احادیث گناہگاروں کی بخشش کے بارے میں

(۱) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے پھر وہ شخص بنی اسرائیل میں سے پوچھتا ہوا نکلا کہ اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں۔ وہ ایک عابد کے پاس پہنچا اور اس سے پوچھا کہ کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ عابد نے کہا نہیں۔ اُس نے عابد کو بھی مار ڈالا اور پھر اسی طرح لوگوں سے

پوچھتا پھرا۔ ایک شخص نے اُس سے کہا کہ تُو فلاں آبادی
میں جا اور نام و پتہ بتایا (چنانچہ وہ اُدھر چل دیا) راستہ میں
اس کو معلوم ہوا کہ موت قریب ہے (وہ آدھا راستہ طے کر چکا
تھا) موت کو قریب پاکر اُس نے اپنا سینہ آبادی کی طرف
بڑھا دیا (یعنی موت نے اس کو آلیا گویا اس نے آدھے راستے
سے زیادہ طے کرلیا) موت کے فرشتے جن میں رحمت کے فرشتے
اور عذاب کے فرشتے دونوں تھے اُس کی رُوح قبض کرنے
آئے اور دونوں میں جھگڑا ہوا کہ کون اس کی روح قبض
کرے (یعنی رحمت کے فرشتے قبض کریں یا عذاب کے
فرشتے) خداوند تعالیٰ نے اس بستی کو جدھر وہ توبہ کے
ارادے سے جارہا تھا حکم دیا کہ وہ میّت کو اپنے سے
قریب کرے یا میّت کے قریب ہو جائے اور جس آبادی سے
وہ چلا تھا اس کو حکم دیا کہ تو میّت سے دُور ہو جا۔ پھر
خداوند تعالیٰ نے جھگڑا کرنے والے فرشتوں سے کہا کہ تم

دونوں فاصلہ ناپو (چنانچہ وہ فاصلہ ناپا گیا) ناپنے سے معلوم ہوا کہ جدھر وہ جارہا تھا اُدھر کا فاصلہ ایک بالشت کم ہے۔ پس خدا نے اس کو بخش دیا۔

(2) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا، اپنے گھر والوں سے کہا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ زیادتی کی تھی ایک شخص نے اپنی جان پر (یعنی بہت گناہ کئے تھے) پس جب اُس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ مرجائے تو اس کو جلا دینا اور اس کی آدھی راکھ کو جنگل میں اُڑا دینا اور آدھی دریا میں بہا دینا۔ پس قسم ہے خدا کی اگر اللہ کو اُس پر قابو حاصل ہو گیا تو وہ اس کو ایسا عذاب دیگا کہ دُنیا مین (آج تک) کسی کو نہ دیا ہوگا۔ پس جب وہ مرگیا تو اُس کے بیٹوں نے اُس کی وصیت کے موافق عمل کیا پھر خُدا نے

حکم دیا دریا کو اور جمع کی اُس نے وہ راکھ جو اُس کے اندر تھی اور حکم دیا جنگل کو اور جمع کی اُس نے وہ راکھ جو اُس کے اندر تھی پھر خداوند تعالیٰ نے اُس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اُس نے عرض کیا۔ پروردگار تیرے خوف سے اور تُو خوب جانتا ہے پس بخش دیا اللہ نے اس کو۔

توبہ کرنے سے بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے۔ پھر وہ خوفِ خدا کی نعمت سے نوازا جاتا ہے اور جب اس کا یقین کہ اللہ تعالیٰ اُس کو ہر وقت دیکھ رہا ہے' کامل ہو جاتا ہے تو اُس کو گناہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے حیا آنے لگتی ہے۔ جب کوئی بندہ گناہ کرتے وقت اپنے دروازوں کو بند کر لیتا ہے' پردے ڈال دیتا ہے اور مخلوق سے چھُپ جاتا ہے اور خلوت میں خالق کی نافرمانی کرتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ابنِ آدم (علیہ السلام) تو اپنی طرف دیکھنے والوں میں سے مجھ ہی کو کمتر سمجھتا ہے

کہ سب سے پردہ کرنا ضروری سمجھتا ہے اور مجھ سے مخلوق کے برابر بھی شرم نہیں کرتا۔

توبہ کے استقرار اور استحکامت کیلئے نفس کے محاسبے کی ہر وقت ضرورت ہے جب اس سے ہر وقت جنگ رہے گی تو آزردگی اور پریشانی بھی ہوگی۔ آہستہ آہستہ اس پریشانی میں ایک عجیب لذت آنے لگ جائیگی اور باعثِ تقویتِ ارادی ہوگی۔

خائف وہ نہیں جو خوف سے ڈرتا ہے اور آنکھ سے آنسو پونچھتا ہے بلکہ حقیقی خائف وہ ہے کہ وہ اس چیز کو ترک کردے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنے اور پھر عذابکا موجب۔ اللہ تعالیٰ سے اسلئے ڈرے کہ وہ ہم پر قادر ہے۔

عوام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور خواص غفلت سے توبہ کرتے ہیں اور انبیاء و اولیاء اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکرگزاری کے لئے توبہ کرتے ہیں۔

بدترین توبہ وہ ہے جو موت شروع ہو جائے اور اس

وقت کی جائے اور سخت ترین پریشانی اُس وقت ہوتی ہے
جب عذاب قبر شروع ہو جائے اور بدترین پچھتاوا حشر والے
روز اُس کو ہوگا جس کے پاس اعمالِ صالحہ نہ ہوں گے۔
اللہ تعالیٰ کی ذات تو کریم ہے۔ جگہ جگہ اپنی رحیمی و
کریمی اور بخشش کی بشارت دی اور اِس سُورۃ شریفہ کے
اختتام کو بھی اِن الفاظ سے شرف بخشا:
"اللہ سے بخشش مانگو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان
ہے۔" اُس کا یہ حکم اُس کی شانِ غفّاری کا مظہر ہے۔ ہم
بدقسمت ہیں کہ غفلتوں کے پردے دلوں پر پڑے ہوئے ہیں
اور عاقبت کی زادِ راہ کی کوئی فکر نہیں۔
علی بن فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے
تو اُن کے والدِ محترم نے انہیں خواب میں دیکھا اور کہا کہ
اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انھوں نے کہا
"میں نے بندہ کیلئے رَب سے بڑھ کر کوئی مہربان نہیں دیکھا۔"

اِضافی اور اختتامی نوٹ

اِس سُورۃ مبارکہ میں کُل 20 آیات ہیں مگر اِس میں اسمِ ذات "اَللہ" سات بار آیا ہے۔ یہ کیوں؟ اِس کی حکمت کو تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہاں یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ اس اسم پاک کے اتنی بار اور وہ بھی طاق عدد میں آنے سے سُورۃ مبارکہ کو ایک خصوصی فضیلت حاصل ہے۔

اِسم "اَللہ" اس کی ذاتِ پاک پر دلالت کرتا ہے یہ کسی اور کے لئے نہیں بولا جاسکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام دوسروں پر بھی بولے جاتے ہیں جیسے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے "رؤف" اور "رحیم" سُورۃ توبہ میں استعمال ہوئے۔

کلامِ پاک مقدس ترین آسمانی کتاب ہے۔ اِسکی تلاوت کرنے سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" اور "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھنے کا حکم ہے۔ دونوں میں اسم ذات ہے۔

مختلف علماء اور فقراء کا یہ خیال ہے کہ یہی اسمِ ذات اسمِ اعظم ہے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اسمِ اعظم اِن تینوں سورتوں میں ہے: سُورۃ البقرۃ، سُورۃ اٰلِ عمران اور سُورۃ طٰہٰ۔

امام جزری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اسمِ اعظم آیت الکرسی کی پہلی آیت شریفہ "اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" میں پوشیدہ ہے۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اسمِ اعظم اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہوا تھا۔ آپ کی اُمّت کے بلند مرتبہ فقراء جو فنا فی اللہ

اور بقا باللہ کی منزل طے کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ اسمِ اعظم سے نوازے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے علاوہ کسی اور کو مطلع نہیں فرماتے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے کو اسمِ اعظم کا بہت اشتیاق تھا۔ آخر ایک شب خواب میں دیکھتے ہیں کہ رجال الغیب میں سے انہیں کوئی یہ الفاظ تعلیم فرما رہا ہے:

"هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمُ"۔

اِس بندۂ عاجز کو ایک مردِ حق سے نیاز حاصل تھا۔ وہ 22 برس سے جنگل میں ایک پہاڑی مقام پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بیٹھے بیٹھے اُن کی پنڈلیوں کا گوشت گل گیا تھا۔ خطرہ تھا کہ اگر پنڈلیاں فوراً نہ کاٹی گئیں تو دونوں ٹانگیں پوری کاٹنا پڑیں گی۔ وہ کسی سے ملنا پسند نہیں کرتے تھے۔ فارسی

زبان بولتے تھے۔ بیس پچیس روز میں ایک مرتبہ میں زیارت
کرنے کے لئے جاتا۔ میں بھی ٹوٹی پھوٹی فارسی بول لیتا تھا۔ اِس
لئے زیادہ مائل بہ کرم ہوگئے تھے۔ ایک اپنائیت سی ہوگئی تھی۔
ایک دن مجھے پنڈلیاں دکھائیں اور تبسم فرما کر پورا واقعہ سُنایا
اور کہنے لگے اب تو نشان سے رہ گئے ہیں۔ الحمدللہ باقی سب
ٹھیک ہے۔ انگریز سول سرجن کو جب بتلایا گیا تو اُسے
یقین نہ آیا۔ اُن کے محب اُسے لائے تھے۔ اس نے دیکھا تو
پوچھا۔ پادری صاحب آپ کیسے ٹھیک ہوا۔ آپ نے فرمایا
کہ قرآنِ پاک برحق ہے۔ ہم اس کی ایک آیت شریف پڑھ کر
روزانہ پھونک دیتا تھا اور اب بھی پڑھتا ہے۔ روزانہ پھونک
دیتا ہے۔ وہ حیران و ششدر ہو گیا۔ اُن کے پاس غالباً (میرا
گمان تھا) اسمِ اعظم تھا۔ تقسیم ہندوستان ہوئی۔ ہر طرف قتل و
غارتگری ہو رہی تھی۔ کوئی سواری بھی مل نہ سکتی تھی۔ بڑی مشکل
سے اُن کے پاس پہنچا۔ دیکھ کر حیران ہوئے۔ میں نے کہا۔

حضرت آپ کی وجہ سے سخت پریشان ہوں۔ میں نے آپ کا
بندوبست کرلیا ہے۔ آپ میرے ساتھ پاکستان جائیں گے۔
ہرطرف ہندوؤں کی آبادی ہے۔ میں آپ کو نہ چھوڑوں گا۔
آپ نے فرمایا۔ حکم نہیں، لیکن تم پاکستان خیریت سے پہنچ
جاؤگے بال تک بیکا نہیں ہوگا۔ میں نے ضد کی کہ میں آپکے
بغیر نہیں جاؤں گا۔ ہندوؤں کے چنگل میں کیسے چھوڑدوں؟
آپ پاکستان میں جہاز سے اُترتے ہی بے شک میرے ساتھ
کوئی بات تک نہ کریں اور جہاں چاہیں تشریف لے جائیں۔
یہ سُن کر آپ چُپ ہوگئے۔ پھر فرمانے لگے۔ رات کو کم وبیش
تین سو ہندو جاٹوں نے حملہ کیا تھا۔ نہ معلوم اللہ تعالیٰ
نے اُن کو کیا دکھایا۔ بُری طرح بھاگے۔ اُٹھو اور پچھلی طرف پانچ
چھ گز کے فاصلے پر دیکھو۔ میں گیا وہاں بے شمار جوتیاں اور ڈنڈے
وغیرہ پڑے ہوئے تھے۔ دیکھ کر مجھے ہنسی آئی۔ مجھ سے کہا کہ آپ
فکر نہ کریں اور پاکستان جائیں آپ کا خدا حافظ۔ پھر بڑی محبت

سے روانہ کیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر میرا اسمِ اعظم والا گمان اُن کے بارے میں اور بھی تقویت پکڑ گیا۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

بعد میں مجھے پتہ چلا وہ مدینہ شریف پہنچ گئے تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی تھی۔ وہیں وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ زہے نصیب! اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ آپ سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے اور نہایت ہی خوبصورت تھے۔ کم گو تھے اور بہت ہی آہستہ آواز سے بولتے تھے۔

اَلْغَفُوْرُ

(صفاتی نام ہے)

—— جو بے انتہا مغفرت کا مالک ہو۔

—— بے انتہا پردہ پوشی فرماتا ہو۔

—— غفّار جو بہت مغفرت کرتا ہو مگر ایک بار اور غَفُوْرُ

جو بار بار مغفرت کرتا ہو۔

___ مغفرت کا درجہ اتنا اعلیٰ ہو کہ اِس کے بعد مغفرت کا کوئی درجہ نہ ہو۔

اَلرَّحِیْمُ

آپ بِسْمِ اللہ شریف میں الرَّحمٰن کا لفظ دیکھیں گے اور سورۃ فاتحہ شریف میں الرَّحمٰن اور الرَّحِیم دونوں دیکھیں گے۔ آیت شریف یوں ہے: "الرَّحمٰن الرَّحِیم ۃ"

اَلرَّحمٰن کی صفت کی یہ شان ہے کہ اس کی رحمت دوست دشمن سب کے لئے عام ہے، کوئی تخصیص نہیں۔ اُس کی محبّت سب کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہوتی ہے۔

لیکن اَلرَّحِیم کا معاملہ جُدا ہے۔ رحمت تو یہاں بھی بے حد ہے مگر یہ صرف مومنین کے لئے خاص ہے۔ یوں سمجھئے کہ جو 'رحمٰن' ہو گا وہ 'رحیم' ضرور ہو گا مگر جو 'رحیم' ہو گا،

اُس کے لئے 'رحمٰن' ہونا ضروری نہیں۔

'رحمٰن' ذاتِ خداوندی کے لئے خاص ہے۔ آپ کسی انسان کو 'رحیم' تو کہہ سکتے ہیں لیکن 'رحمٰن' اسے کسی صُورت بھی نہیں کہہ سکتے۔

سُورۃ مزّمّل شریف کی اختتامی آیات یہ ہیں :

"وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾"

اور "اَللّٰہ"، "غَفُوْر" اور "رَحِیْم" کے معنی اور تشریحات سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اِس سُورۃ شریفہ کا اختتام کس شانِ غفّاری، رحیمی و کریمی سے فرمایا ہے۔

QAUMI AKHBAR
روزنامہ قومی اخبار کراچی

تتمہ "د"

غضبِ الٰہی کے دو۲ واقعات

راولپنڈی کے قریب تدفین کا دردناک منظر:

دو۲ سانپوں نے میّت کو دو۲ ٹکڑے کر دیا۔ قبر نے میّت قبول کرنے سے انکار کر دیا

دو۲ مرتبہ قبر کھودی گئی اور دونوں مرتبہ زمین مل گئی۔ لحد سے سانپ اور بچھوؤں کے غول نکل پڑے!

راولپنڈی (قومی اخبار نیوز) چند روز قبل پیر ودہائی راولپنڈی کے قدیم قبرستان میں رونما ہونے والے ایک محیّر العقول اور ناقابلِ یقین واقعہ نے ایک میّت کی تدفین کے لئے آنے والے سینکڑوں افراد پر نہ صرف رقّت طاری کر دی بلکہ اُن کے ذہنوں پر یہ واقعہ انمٹ نقوش چھوڑ گیا۔

تفصیلات کے مطابق قریبی آبادی میں ایک شخص کا انتقال ہوگیا۔ مرحوم کو دفن کرنے کے لئے اہلِ محلّہ اور مرحوم کے عزیز و اقارب پیر ودہائی قبرستان میں آئے۔ میّت کو قبرستان میں لانے سے قبل قبر کھودی گئی تھی۔ جونہی میّت کو تدفین کے لئے قبر میں اُتارا گیا تو سب کے دیکھتے ہی دیکھتے چند سیکنڈ میں لحد کی جگہ والی زمین یوں آپس میں مل گئی کہ جیسے اسے کھودا ہی نہیں گیا تھا۔

ایک عینی شاہد محمد نصیر نے بتایا کہ یہ دیکھتے ہی تمام حاضرین پر سکتہ کا عالم طاری ہوگیا۔ وہاں موجود ایک عالمِ دین کی ہدایت پر دوسری قبر کھودی گئی مگر پھر ویسے ہی ہوا اور جونہی میّت کو قبر میں اُتارا گیا تو لحد کی جگہ والی زمین دیکھتے ہی دیکھتے آپس میں مل گئی۔ تمام لوگوں نے استغفار کا ورد شروع کر دیا۔ بعد ازاں مولوی صاحب کی ہدایت پر دوبارہ لحد کو کھودنے کی کوشش کی گئی مگر وہاں موجود حاضرین کی آنکھوں نے ایک ایسا عبرتناک منظر دیکھا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ کھودے جانے والی جگہ سے سانپ، بچھو اور مختلف اقسام کے کیڑے مکوڑے یوں نکلے جیسے کسی چشمے سے پانی

اُبلتا ہو مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ ان سانپوں، بچھوؤں اور کیڑے مکوڑوں نے کسی کو بھی کچھ نہیں کہا اور وہاں جمع ہو گئے۔

مولوی صاحب کی ہدایت پر میت کو قبر میں اُتار دیا گیا مگر جونہی میت کو قبر میں رکھا تو ایک سانپ کمر کے نیچے سے کندھوں کے اُوپر سے اور ایک سانپ پاؤں کے نیچے سے ہوتا ہوا اُوپر آیا اور پھر ایسا واقعہ ہوا کہ دل لرز گئے۔ دونوں سانپ آپس میں ملے اور دیکھتے ہی دیکھتے میت یوں دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی جیسے اُسے آرے سے چیر دیا گیا ہو۔

کلامِ پاک کی بے حُرمتی کرنے والے ڈاکو زمین بوس ہو گئے!

دادو کا حیرت انگیز واقعہ، ڈاکو ضعیف العمر خاتون کا اکلوتا بیٹا اغوا کرنے آئے تھے!

حیدرآباد (رپورٹ.... احمد عاقل) گنہگاروں کو دنیا میں اُن کے کئے کی سزا ملنا شروع ہو گئی ہے۔ یہ بات بالخصوص ضلع دادو میں گزشتہ دنوں پیش آنے والے اس واقعہ کے بعد کہی جا رہی ہے کہ جس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ چھ مسلح ڈاکوؤں نے وہاں اسلحہ کے زور پر جب ایک ضعیف العمر غریب خاتون کے اکلوتے بیٹے کو اپنے ساتھ زبردستی لے جانے کی کوشش کی تو اس عورت نے اپنے بیٹے کو بچانے کیلئے انہیں اپنے بڑھاپے اور خدا اور رسولؐ کے واسطے دیئے مگر جب اس پر بھی اِن ڈاکوؤں نے اس عورت کی ایک نہ سُنی تو وہ غریب عورت اپنے گھر سے قرآن شریف اُٹھا کر لے آئی! اور ان ڈاکوؤں کو اس کلامِ پاک کا واسطہ بھی دیا۔ مگر طاقت کے نشے میں بدمست ان ڈاکوؤں نے جب اس ضعیف خاتون کے ساتھ ساتھ کلامِ پاک کی بھی توہین کی تو اسی لمحہ زمین پھٹی اور وہ تمام چھ ڈاکو وہیں غرق ہو کر مر گئے۔ یاد رہے کہ اسی واقعہ سے متعلق گزشتہ دنوں اخبارات میں شائع ہونیوالی خبر میں بتایا گیا تھا کہ ضلع دادو میں زلزلہ آنے سے چھ ڈاکو ہلاک ہو گئے تاہم ڈپٹی کمشنر دادو نے ضلع دادو میں زلزلہ آنے کی تردید کی ہے۔

سُورَةُ الْمُزَّمِّلِ

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ مزمل مکیہ ہے اس میں بیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے !

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا

اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام فرما سوائے

قَلِیْلًا ۙ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ

کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم

قَلِیْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ

کرو یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر

تَرْتِیْلًا ؕ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا

پڑھو بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات

ثَقِيلًا ۝ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ

ڈالیں گے بیشک رات کا اُٹھنا وہ زیادہ دباؤ

وَطْأً وَّأَقْوَمُ قِيلًا ۝ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ

ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے بیشک دن میں تو تم کو

سَبْحًا طَوِيلًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

بہت سے کام ہیں اور اپنے رب کا نام یاد کرو

وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ

اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو وہ پورب کا رب

وَالْمَغْرِبِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ

اور پچھم کا رب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا

وَكِيلًا ۝ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ

کارساز بناؤ اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۝ وَذَرْنِي

اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو اور مجھ پر چھوڑ دو

وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ

ان جھٹلانے والے مال داروں کو اور انہیں تھوڑی

قَلِيلًا ۝ إِنَّ لَدَيْنَآ أَنكَالًا وَجَحِيمًا ۝

مہلت دو بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور

وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝

بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَ

جس دن تھرتھرائیں گے زمین اور پہاڑ اور

كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝ إِنَّآ

پہاڑ ہوجائیں گے ریتے کا ٹیلہ بہتا ہوا بیشک

أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ

ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں

كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝

جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجے

فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَٰهُ

تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے

أَخْذًا وَبِيلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن

سخت گرفت میں پکڑا پھر کیسے بچوگے اگر

كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ۝
کفر کرو اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا
السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ
آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائیگا اللہ کا وعدہ
مَفْعُوْلًا ۝ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ
ہو کر رہنا بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے
شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ اِنَّ
اپنے رب کی طرف راہ لے بیشک
رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ
تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے کبھی دو تہائی
ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ
رات کے قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی اور ایک جماعت
مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ
تمہارے ساتھ والی اور اللہ رات اور دن کا اندازہ
وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ
فرماتا ہے اُسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا

ع ١٩ / ١٣

عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ
شمار نہ ہوسکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی اب قرآن میں سے جتنا

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ
تم پر آسان ہو اتنا پڑھو اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے بیمار ہوں گے

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ
اور کچھ زمین میں سفر کریں گے

يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ
اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ

يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا
اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے تو جتنا قرآن

مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ
میسّر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور ا

اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا
زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض

حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ
دو ۔ اور اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے

مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ

اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے

خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا

ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ۧ

مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ع ۲-۱۴

فضائلِ و فوائد

زیرِ سرپرستی: شاہ محمد افضل
قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری
(المعروف "افضل سرکار")

پبلشرز:
چشتیہ صابریہ عارفیہ
ملنے کا پتہ:
۶۸-۶۷ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی، بلاک ۸/۷ کراچی